

میکدہ

رحمن جامیؒ

## جملہ حقوق: بحق آمنتہ رحمن جاسمی

نام کٹاب :	منیکدہ (شاعری)
نام شاعر :	رحمن جاسمی
تعداد :	ایک ہزار
سنہ اشاعت :	جنوری ۲۰۲۳ء
انتخاب :	پروفیسر غنی نعیم
ترتیب :	عائشہ صدیقہ
کتابت :	محمد سلیم (فون: ۲۴۱۴۳۰۹)
	لیوسف رضا (فون: ۳۵۲۲۹۲۸)
سرورق	فرہاد تمکنت
شاعر کا اسکیچ	ڈاکٹر دل ہاشمی
قیمت :	(Rs. 175/-) ایک سو پچھتر روپیے (تیس ڈالر)
طباعت :	SAI SPANDANA PRINTERS
زیرنگرانی :	PH : 7560077
	جعفر جری

ملنے کے پتے: (۱) رہائش گاہ شاعر: الحرا، قاری صاحب لین، ہل کالونی

مہدی پٹنم، حیدرآباد-۲۸ (فون: ۳۵۳۲۳۲۹)

(۲) بکڈپو انجمن ترقی اردو، گلشن حبیب، اردو ہال،  
حمایت نگر، حیدرآباد۔

(۳) حسامی بکڈپو، ۱۲۵، مچھلی کمان، حیدرآباد۔

(۴) اے ون اسٹیشنری، فرسٹ لانسز، حیدرآباد-۲۸

## انتساب

اپنے چچاؤں کے نام۔

بڑے چچامیاں — محمد عبد الوہاب قاری مرحوم  
صدر مدرس گنگا دتی جوشا بھی تھے  
اور پہلوان بھی۔ بچپن میں مجھے پہلوانی سکھائی تھی۔

چھوٹے چچامیاں — محمد تقی برق مرحوم  
جو دکن کے مشہور شاعر خدوم کے ہم جماعت  
تھے اور خود بھی بہت اچھے شاعر تھے اور صوفی  
کے شاگرد تھے۔ ہمیشہ میری ہمت افزائی کیا  
کرتے تھے۔

سلام چچا — میرے خسر جو  
مجھے بے حد چاہتے تھے۔

## بھائی میاں

غلام محمد قاضی۔  
جو خاندان کے سب سے بڑے بھائی تھے۔  
نمائندہ طالب علمی میں رسائل و کتابیں میرے لئے  
خرید کر لاتے تھے اس طرح میرے ذوق کی پذیرائی  
بھی کی اور میری شاعری کی ہمت افزائی بھی۔

## ترتیب

### مناجات

جب حسن طرفدار ہے... خواب نہ دیکھو ۲۵

کیوں خواب نہ دیکھوں... کروں تو کیا ۲۶

کیا کہیے کہ اب کیا ہوئے... سچ بولنے والے ۲۷

یہ دنیا ساتھ ہی میرے... لڑکھڑاتی ہے ۲۹

آئینہ زندگی کو دکھانا نہیں پڑا ۳۰

غموں سے استفادہ کر رہا ہوں ۳۱

کیا بتاؤں کہ کیا ہے ٹی وی میں ۳۲

بیترا خیال بھی ترے جانے سے آیا ہے ۳۳

کہہ دے تو بے کھٹکے سا پرخ ۳۴

زمینوں پر شجر اچھے لگے ہیں ۳۵

مرکز دہر ذات میری ہے ۳۷

مرے خط کے جواب میں رکھنا ۳۸

چپ ہوئے کر کے شور دروازے ۳۹

سندر مکھڑا تیرا چہرہ ۴۰

جتنی سچائیاں ہماری ہیں ۴۱

آگہی دی ہے بے خودی دے دے ۱۰

### نعتیں

مرجا مرجیا حضور مرے ۱۲

احمد مجتبیٰ حضور مرے

منقبت

شہادت حسینؑ کی.... شہر حسینؑ کی ۱۴

### غزلیں

یار بسمی پہ تیرا ہمیشہ کرم رہے ۱۶

آدم ہے نہ خواہے.... نہ زمین ہے ۱۷

سر پہ اپنے چھت کا ہوتا... ضروری بہت ۱۸

اس دور میں لاج.... ذرا محفوظ نہیں ۱۹

اجڑ کر بھی نشانِ گلستاں... خود کو کھتا ہوں ۲۰

اقرار کے انکار کے ڈھب یاد رہیں گے ۲۲

صرف باتوں پہل جانے قائل تو نہیں ۲۳

کہیں یہ کیسے کہ کب نہیں کرتے ۲۴

۶۷ ہے یاد اک بوجھ چھاتی پہ نہ رکھنا

۶۸ بہت ہو چکی ہے خودی گھر چلو

۷۰ میں بے پناہ نہیں ہوں پناہ تیری ہے

۷۱ یہاں میرا حسن ظن ہے..... بدگمانی

تمام تر مطلقوں پر

۷۳ ذہن رسا کا ساتھ ہی اب بار بار ہے

۷۴ آج بھی اقرار ہے

۷۶ پھر وہی بن جائیے

۷۸ حسن سے عاشقی سے ملے

۸۰ آئیے ہے رات بھی

۸۲ { نظمیں  
آزاد نظم

۸۳ میں سوچتا ہوں

۸۶ بولتی خاموشی

۸۷ یہ طرزِ زیب و آرائش

۸۸ گریزاں

۸۹ قید

۹۰ کشادگی

۹۲ ادراک

۴۳ تمہاری یاد جو آئی تو دے کے آہ گئی

۴۴ مخاطب اس نے کیا مجھ کو اب کہ تو کر کے

۴۵ صبر کرتا ہوں تو احساسِ زیاں بولتا ہے

۴۶ کچھ لوگ یہاں مردہ ضمیروں کی طرح ہیں

۴۷ کبھی ہم کو ہنرمندوں کی خامی کاٹ کھاتی ہے

۴۸ عمر بھر لیوں ہی پیش و پس میں رہے

۴۹ خود اپنے ہی سر کو تم بے تاج نہ کر دینا

۵۰ میں کیا کروں کہ مری زندگی تناؤ میں ہے

۵۱ نیکیوں کے راستے کا ہیں پتھر منافقت

۵۲ حق میں ہمارے بن گئی اک دورِ احتیاط

۵۳ دل والوں کا احساسِ نظر آتا ہے

۵۵ تجھ سے جب بات کیا کرتا ہوں

۵۷ عہد و پیمان سے مکرنا نہیں آتا ہم کو

۵۹ دوست مخلص نہ دوستی مخلص

۶۰ کوئی تسکین کا سماں بہم پہنچا نہیں سکتا

۶۱ اب کھیت اُگلے ہیں تو بس کام کریں گے

۶۲ کر کے اقرار جھوٹ بولیں گے

۶۳ اب کہاں بے سود ہے اخبارِ ٹی وی ٹی وی

۶۶ صبح لینا ہے شام لینا ہے

۱۱۶	سایہ	۹۳	تکلیل
۱۱۷	دلِ لخت لخت	۹۴	ترسیل کا المیہ
۱۱۸	ایک خواب	۹۵	تجزیہ
۱۱۹	اشتراک	۹۶	احساس کی قید
۱۲۰	کارزار	۹۷	آمد و شد
۱۲۱	معمول	۹۸	کبھی اُن کبھی
۱۲۳	<u>معرا نظم</u>	۹۹	ہمزاد
۱۲۴	نقشِ نیم کش	۱۰۰	ہچکیوں کا فشارِ پیہم
۱۲۵	مالِ صبح	۱۰۲	فلسفی
۱۲۶	آگہی آگہی	۱۰۳	پتھروں کے درمیاں
۱۲۷	رنگ و نور	۱۰۴	موم اور پتھر
۱۲۸	بولنا پڑا	۱۰۵	تنگ و دو
۱۲۹	گرد	۱۰۷	تہی دامن
۱۳۰	<u>پابند نظم</u>	۱۰۹	چھت
۱۳۱	مرجا مرجالے کشمیر	۱۱۱	نام کا فتنہ
۱۳۳	میں مسلمان ہوں	۱۱۲	ان کبھی
۱۳۷	آج بھی جان سے پیارے تم ہی ہو	۱۱۳	زنانہ کالج کی سرک
۱۳۹	آئی کوئیو	۱۱۴	پہچان
۱۴۱	ایک ہنسی جوڑے کو دیکھ کر	۱۱۵	دکھاوا

۱۵۵	ادارہ اقوام متحدہ	۱۴۲	خوش آمدید
۱۵۷	بوسنیا	۱۴۳	حاصلِ گمراہی
۱۵۹	اے نئے سال تو آب.... آجا	۱۴۴	مسلم ہیں ہم وطن سے ہمیں بھی بہت پیار
		۱۴۷	اکمل حیدر آبادی کے نام
۱۶۱	<u>تیری یولے</u>	۱۴۸	ہمیشہ سُنائی دوں
۱۶۲	تاجر	۱۴۹	دھماکے
۱۶۳	ڈکیتی	۱۵۱	توبہ کی دسویں سالگرہ پر (۱)
۱۶۴	نشہ	۱۵۳	توبہ کی دسویں سالگرہ پر (۲)

رُسوائی میرے ساتھ ہے توبہ کے بعد بھی

جائی ملا ہے مجھ کو یہ انعامِ میکدہ



مُنَا جَاتِ



آگہی دی ہے بے خودی دیدے  
چیز اب میرے کام کی دیدے

آدمی کو نہیں تمہیں تمہیں اپنی  
آدمی کو خود آگہی دیدے

حسن کو تو نے بے رخی دی ہے  
عشق کو بھی قلم دری دیدے

ہوا اثر دل پہ سننے والے کے  
بات میں میرے دلکشی دیدے

ہر کوئی ان کو سن کے جی اٹھے  
میرے شعروں میں زندگی دیدے

خود جو تڑپے تو سب کو تڑپائے  
دل کو کچھ ایسی بے کلی دیدے

میں گروں بھی تو سر بلند رہوں  
مجھ کو ایسی قدا دری دیدے

بے طلب بے شمار جامی کو

۱۱

تسین

تفت

## نعتین

احمد مجتبیٰ حضور مرے  
سید الاصفیاء حضور مرے  
آپ کی دید کے لئے کب سے  
ہے خدا سے دعا حضور مرے

جو مریض آیا آپ کے در پر  
ہوئی اُس کو شفا حضور مرے

آپ کے نقش پا کے صدقے میں  
میں ہوں حقِ آتشا حضور مرے

میں نے پہچانا آپ سے اُس کو  
ہے جو میرا خدا حضور مرے

بے سہاروں کا ساری دنیا میں  
آپ ہیں اسرا حضور مرے

چل کج جنت میں جائے کعبہ آبی

۱۱/۲

مرجا مرجا حضور مرے  
ہیں رسولِ خدا حضور مرے

بن کے آئے ہیں رحمتِ عالم  
سب کے ہیں رہنما حضور مرے

دونوں عالم ہیں آپ کی خاطر  
مالکِ دوسرا حضور مرے

گھپ اندھیرے کو جوڑتا ہے  
آپ کی ہے ضیا حضور مرے

ہر زمانہ ہے آپ کا محتاج  
آپ خیر الوریٰ حضور مرے

آپ کے پاس ہے جہاں بھر میں  
ہر مرض کی دوا حضور مرے

نام جس کا ہے جاعی و مشہور  
سرِ غلام آرا حضور مرے

غفریں

# شہادت حسینؑ کی

یوں ہی نہیں ہے دہریں شہرتِ حسینؑ کی  
ہے بے مثال جگ میں شہادتِ حسینؑ کی

قربانیوں کا ذکر جو ہوتا ہے رات دن  
ہر روز بڑھتی جاتی ہے عظمتِ حسینؑ کی

وہ دل ہے سب سے قیمتی وہ دل ہے بی مثال  
جس دل میں بس گئی ہے محبتِ حسینؑ کی

اسلام کے بچانے کو خود کو مٹا دیا  
کس درجہ بے مثال ہے جرأتِ حسینؑ کی

تھاراہِ حق میں ساتھ بہتر کا قافلہ  
دنیا رکھے گی یاد قیادتِ حسینؑ کی

سادات کی غلامی میں مومنین کی شان ہے  
اپنی جگہ اٹل ہے سیادتِ حسینؑ کی

اس واسطے ہے فخرِ مسلمانانِ پرہیز  
جامع ہمارے ساتھ ہے نصرتِ حسینؑ کی



یارب سبھی پہ تیرا ہمیشہ کرم رہے  
 میری دُعا ہے آنکھ کسی کی نہ نم رہے  
 سُرخ ہمارے نام کی ہر دم بنی رہی  
 لوگوں میں سر بلند ہمیشہ سے ہم رہے  
 دنیا کو میرے غم کا پتہ ہی نہ چل سکا  
 جتنے ستم تھے اُس کے شکلِ کرم رہے  
 کوئی بھی وارِ یار کا خالی نہیں گیا  
 اُس کے ستم کی مشق کو لے دے کے ہم رہے  
 اُس سے مُقابلہ تو بہر حال ہے ہمیں  
 جلتک بدن میں خوں رہے سینے میں دم رہے  
 اُن کے دلوں میں بغض و عداوت ہے ان دلوں  
 ہم تو یہ چاہتے ہیں محبت ہم رہے  
 ملنا ملنا تجھ سے نہیں ہے نہیں سہی  
 نظروں کے سامنے تو میرے کم سے کم رہے  
 جاتے آنا ہماری بڑی سر بلند ہے  
 آگے کبھی کسی کے نہ سراپنا خم رہے





آدم ہے نہ حوا ہے زماں ہے نہ زمیں ہے  
 وہ کون ہے جو کُن میں مگر پردہ نشیں ہے  
 مانا کہ نہیں ہوں ترے الطاف کے قابل  
 تو پھر بھی مرے حال سے غافل تو نہیں ہے  
 بندہ ہوں تر اغیب پہ ایمان ہے میرا  
 اوروں کو نہ ہو، مجھ کو مگر تیرا یقین ہے  
 شاہوں کے بھی تاجوں کو لگا دیتا ہے ٹھوکر  
 یہ بندہ ناچیز جو اک خاک نشیں ہے  
 تھا ہند کی جانب مرے آقا کا اشارہ  
 خوشبوئے محبت تو ہمیشہ سے یہیں ہے  
 مانا کہ مرا لٹ گیا سرمایہ خوشی کا  
 اک درد کی دولت تو ابھی میرے قریں ہے  
 احباب کے برتاؤ کو میں کیسے بھلاؤں  
 بیکار تسلی گئی دل پھر بھی حزیں ہے  
 آسان نہیں راہِ وفادیکھ کے جاعی



سہ پہ اپنے چھت کا ہونا بھی ضروری ہے بہت  
 گھسہ نہ ہو تو زندگی کافی بھی ادھوری ہے بہت  
 یوں تو کہنے کو ہیں وہ نزدیک بھی میرے مگر  
 بے رخی اتنی بڑھی مجھ سے کہ دُوری ہے بہت  
 دیکھتے ہی دیکھتے یہ عُمُر پُوری ہو گئی  
 یہ ادھوری زندگی بھی آج پُوری ہے بہت  
 آخر شب گھپ اندھیرے کے سوا کچھ بھی نہیں  
 اک تمہاری یاد ہی لے دے کے نوری ہے بہت  
 دُور جمہوری ہے لیکن لیڈروں کے درمیاں  
 ہر جگہ ہر پارٹی میں جی حُصوری ہے بہت  
 ہے سلیقہ مند دشمن اپنے ہر اک کام میں  
 اک ہمارے کام میں ہی بے شعوری ہے بہت  
 اُس کی ہی بخشی ہوئی جاتی ہیں یہ رُسوائیاں  
 آج بھی تم پر فدا اک رانچوری ہے بہت



اِس دَور میں لاج شریفوں کی سچ یہ ہے ذرا محفوظ نہیں  
 کیا نکلیں گھسے باہر ہم دستار و قبا محفوظ نہیں  
 ہر روز توازن بگڑا ہے ہر روز نیا اک جھگڑا ہے  
 جو آب دہوا تھی عینے کی وہ آب دہوا محفوظ نہیں  
 دل میں تو تعصّب ہے اُن کے باہر سے جتنا تے ہیں چاہت  
 ہے ساری سیاست ووٹوں کی وعدوں کی ادا محفوظ نہیں  
 ہم سے بھی پیار جتنا تے ہیں اُن سے بھی ہاتھ ملاتے ہیں  
 کچھ شرم و حیا محفوظ نہیں اب رسم و فاعفوظ نہیں  
 مالی ہی کی نیت ٹھیک نہیں رواد چمن بس اتنی ہے  
 مَت پھول کھلا اب عصمتِ گل اے بادِ صبا محفوظ نہیں  
 جو امن کے طالب بندے ہیں کیوں جنگِ مسلط ہے اُن پر  
 اِس مال میں عزتِ اسال کی اے میرے خدا محفوظ نہیں  
 کیسی ہے نمائش طاقت کی ہر دین میں ظلم کی ظلمت ہے



اُجڑ کر بھی نشانِ گلستاں خود کو سمجھتا ہوں  
 لہو دیتا ہوں اس کو باغیاں خود کو سمجھتا ہوں  
 کمالِ شعر رکھتا ہوں، جواں خود کو سمجھتا ہوں  
 ہمیشہ سے جنوں کا راز داں خود کو سمجھتا ہوں  
 سدا میں دل کی سُنتا ہوں تو کرتا بھی ہوں مَن مانی  
 وہ ناداں ہوں کہ پھر دھبہ زیاں خود کو سمجھتا ہوں  
 نکالا تجھ کو جنت سے خدا کی مہربانی نے  
 لہذا آج تک غلہ آشیاں خود کو سمجھتا ہوں  
 میں زندہ ہوں ہزاروں زخم کھا کر بھی محبت میں  
 نہ جانے کیوں میں اپنا مہرباں خود کو سمجھتا ہوں  
 ہوں وارثِ قیس کا، اور عصر کی لیلیٰ کا ہوں عاشق

بنا کر شلخِ نازک پر نشیمن چسارتنگوں کا  
 چمن میں صرف اہلِ آشتیاں خود کو سمجھتا ہوں  
 میں اپنی موت سے ڈرتا ہوں اس لئے جاعی  
 سدا آزاد زیرِ آسماں خود کو سمجھتا ہوں  
 مرے اشعار خود ہی ہیں مرا نام و نشان جاعی  
 مگر میں تو ترِ انام و نشان خود کو سمجھتا ہوں



اقرار کے انکار کے ڈھب یاد رہیں گے  
اندازِ کرم آپ کے سب یاد رہیں گے  
وہ آپ کے سب غمض و غضب یاد رہیں گے  
ہاں اپنی حجت کے سبب یاد رہیں گے  
احسان جتاتے ہی رہیں گے وہ ہمیشہ  
احسان ہمارے انہیں کب یاد رہیں گے  
پھر آپ نے سب ظلم و ستم یاد دلانے  
ہم بھول چکے تھے مگر اب یاد رہیں گے  
دیر یا کتنا رہ وہ شبِ ماہ وہ ہم تم  
تا عمر وہ لمحاتِ طرب یاد رہیں گے  
وہ پیاس وہ صحرا کی تپش اور سفر میں  
کچھ لوگ ہمیں جان بلب یاد رہیں گے  
محفوظ نشستیں ہیں مساوات کہاں ہے  
سرکار کو کب نام و نسب یاد رہیں گے  
ہیں سب سے جدا سب سے الگ اس کے علاوہ  
حاجی مے قصہ میں محب مادر ہیں گے



صرف باتوں سے بہل جانے کا قاتل تو نہیں  
 دلِ مر اسادہ ہے احساس سے غافل تو نہیں  
 وار کرتا ہے نظر سے یہی قاتل تو نہیں  
 چوٹ کھا کر جو تڑپتا ہے مرادِ دل تو نہیں  
 شور و غل بڑھتا ہی جاتا ہے مرے کانوں میں  
 دل میں جو ہے وہی طوقاں لبِ ساحل تو نہیں  
 بسترے کھول دیئے قافلے والوں نے / جہاں  
 سچ تو یہ ہے وہ مرے نام کی منزل تو نہیں  
 سامنا ہو تو پتہ بھی چلے پھر کون ہے کیا  
 میں نے مانا کہ کوئی میرے مقابل تو نہیں  
 محفلیں اور بھی ہیں حُسن و ادا کی لیکن  
 تیری محفل کی طرح اب کوئی محفل تو نہیں  
 ہم تو تیار ہیں اک حشر اٹھانے کے لئے  
 آپ خود ہی کسی طوقاں سے غافل تو نہیں  
 دُور ہی سے نظر آجاتا ہے جامی تیرا



وہ ظلم کرتے تو ہیں روز و شب نہیں کرتے  
 کہیں یہ کیسے کہ کب کرتے کب نہیں کرتے  
 ہمارے دور کے بچوں کی یہ بھی ہے تخصیص  
 تنک مزاج بڑوں کا ادب نہیں کرتے  
 بغیر مانگے وہ دیتے بھی کب ہیں حق اپنا  
 یہ بات بھی ہے بجا ہم طلب نہیں کرتے  
 سب اہل دل ہیں سبھی پیار کرنے والے ہیں  
 عمل وفا کا مگر سب کے سب نہیں کرتے  
 کتّاب جو بھی ملے شاعری کی پڑھتے ہیں  
 کسی کتّاب کو ہم منتخب نہیں کرتے  
 طریقِ عشق میں چھوٹا بڑا نہیں ہوتا  
 کہ ہم تفّاوتِ نام و نسب نہیں کرتے  
 ہمیشہ کرتے ہیں ہر بات کام کی جائی





جب حُسنِ طرفدار ہے کیوں خواب نہ دیکھوں  
 دلِ حائلِ اقرار ہے کیوں خواب نہ دیکھوں  
 انکار کی صورتِ نظر آتی نہیں کوئی  
 اُس شوخ کا اصرار ہے کیوں خواب نہ دیکھوں  
 کیا بات ہے کیسے مجھے مَسْنَدِ نہ ملے گی  
 جب راستہ ہموار ہے کیوں خواب نہ دیکھوں  
 ٹوٹے گا اگر خواب تو پھر ٹھیس لگے گی  
 دلِ تو مرا غمخوار ہے کیوں خواب نہ دیکھوں  
 تعبیر کی پروا نہیں تعبیر ہو کہ بھی  
 بس تم سے مجھے پیار ہے کیوں خواب نہ دیکھوں  
 کیوں اپنا بنانے کی نہ سوچوں کوئی ترکیب  
 ماحولِ سزاوار ہے کیوں خواب نہ دیکھوں  
 کیا میرا بگاڑے گی جو دنیا ہے مخالف



وہ شخص بے وفا تھا شکایت کروں تو کیا  
 مجھ کو تو سب پتہ تھا شکایت کروں تو کیا  
 دل نے گواہی دی تھی کہ سچ بولتا تھا وہ  
 تو نے بھی سچ کہا تھا شکایت کروں تو کیا  
 توبہ کے بعد میرے گنہ سارے دھل گئے  
 میں اپنی ہی سزا تھا شکایت کروں تو کیا  
 تم نے نہ پوچھا آیا تھا در پر تمہارے کیوں  
 میں تم سے بھی ملا تھا شکایت کروں تو کیا  
 گھسے نکل کے آپ ہی اپنی نگاہ میں  
 بے آبرو ہوا تھا شکایت کروں تو کیا  
 خاموشی چیخ اٹھی تو آئے وہ پوچھنے  
 طوفاں گزر گیا تھا شکایت کروں تو کیا  
 جانی میں خود ہی اپنا وعدہ تھا ہی ہے سچ  
 میں کشتہ آنا تھا شکایت کروں تو کیا



کیا کہیے کہ اب کیا ہوئے سچ بولنے والے  
 اِس دَور میں عفتا ہوئے سچ بولنے والے  
 ویسے بھی بڑی مصلحت اندیش ہے دُنیا  
 ہر دَور میں رُسوا ہوئے سچ بولنے والے  
 ہم سَراہ تھی جھوٹوں کی یہاں بھیاں ہمیشہ  
 ہر حال میں تنہا ہوئے سچ بولنے والے  
 اِک تشنگی آنکھوں میں ابھی تک بھی ہے باقی  
 ٹوٹا ہوا سَپنا ہوئے سچ بولنے والے  
 ہر یار گنہگاروں میں بدکاروں میں گھس کر  
 اُٹا ہی تماشا ہوئے سچ بولنے والے

تھی سر پہ کڑی دھوپِ محبت کے سفر میں  
 اور نیم کا سایہ ہوئے سچ بولنے والے  
 جب تیرہ شبی چھٹ گئی احساس ہوایہ  
 سورج کا اُجلا ہوئے سچ بولنے والے  
 اب نام فقط اُن کا ہے ہر ایک زباں پر  
 آپ اپنا ہی چرچا ہوئے سچ بولنے والے  
 حق گوئی کی منزل کا پتہ چل گیا جامی  
 اللہ کا رستہ ہوئے سچ بولنے والے

## (بقیہ دُنیا،)

یہ دُنیا ساتھ ہی میرے نشے میں لڑکھڑاتی ہے  
 میں گرتا ہوں گراتی ہے میں اٹھتا ہوں اٹھاتی ہے  
 میں اپنے بھی تماشا پیرائے بھی تماشا پی  
 تماشا کر کے یہ دُنیا ہمیشہ آزماتی ہے  
 تیرتاؤں کے سارے زخم دُنیا کے بدن پر ہیں  
 کہیں جب چوٹ پڑتی ہے تو خود ہی بلبلاتی ہے  
 یہ دُنیا تو اکیلا چھوڑ دیتی ہے مصیبت میں  
 جو تم ہنستے ہنساتے ہو تو یہ ہنستی ہنساتی ہے  
 کمرہ میں ہاتھ دے کر ناپتی ہے تال پر دُنیا  
 ہمیں بھی ناچ تلخی کا محبت میں نچاتی ہے  
 یہی تو اس کی عادت ہے یہی ہے ریت دُنیا کی  
 جو اس کا ساتھ دیتا ہے اُسی پر جھڑھاتی ہے  
 بُرے بے تک تھے ہم جا آئی تو دُنیا ہم سے ڈرتی تھی



اُمینہ زہدِ گی کو دکھانا نہیں پڑا  
 اپنا تعارف آپ کرانا نہیں پڑا  
 فضلِ خدا سے سب کے احباب تھے  
 دشمن سے مجھ کو ہاتھ ملانا نہیں پڑا  
 ٹھکرا دی میں نے اُسکی عنایت کی پیشکش  
 شاخِ آنا کو اپنی جھکانا نہیں پڑا  
 محفل میں دیدِ یار کی حسرت نکل گئی  
 مجھ کو درِ حبیب پہ جانا نہیں پڑا  
 شعروں سے مسکے زیرِ ہوتی اُسکی بے غنی  
 مجھ کو کوئی کمال دکھانا نہیں پڑا  
 روزِ ازل سے جاگا ہوا تھا مرہمیر  
 ہر مرحلے پہ اس کو جگانا نہیں پڑا  
 جاتی ہیں اُسکے دل میں تھا پہلے سے جاگوں



غموں سے استفادہ کر رہا ہوں  
 محبت کا اعادہ کر رہا ہوں  
 ترے نقشِ قدم سے دُور ہٹ کر  
 الگ تعمیرِ جادہ کر رہا ہوں  
 ترے ہر کام کو نیکی سمجھ کر  
 زیادہ سے زیادہ کر رہا ہوں  
 ڈھکے تن بھی ملے عزت بھی جس سے  
 وہ تہذیبِ لبادہ کر رہا ہوں  
 کسی سے داد بھی لینی ہے مجھ کو  
 بیانِ شعرِ سادہ کر رہا ہوں  
 ہمیشہ سچ اُگلاتا رہا ہے  
 تبھی تعریفِ بادہ کر رہا ہوں  
 وہ جس سے کھاچکا ہوں آجاتی



کیا بتاؤں کہ کیا ہے ٹی وی میں  
 وقت ضائع ہوا ہے ٹی وی میں  
 قلم میں اب نہیں ہے دلچسپی!  
 اک حسں سلسلہ ہے ٹی وی میں  
 سیدھے گھر آ رہے ہیں دفتر سے  
 اب تو دل کھینچتا ہے ٹی وی میں  
 بوڑھے بچے، جوان سبغش ہیں  
 سارے گھر کا مزا ہے ٹی وی میں  
 کوئی بے کار اب نہیں رہتا؟  
 ہر کوئی جُٹ گیا ہے ٹی وی میں  
 عشق کی انتہا خدا معلوم  
 حُسن کی ابتداء ہے ٹی وی میں  
 اس بہانے قریب آئے ہیں  
 کام کا فاصلہ ہے ٹی وی میں  
 کوئی اتوار اب نہیں خالی





تیرا خیال بھی ترے جانے سے آیا ہے  
 پھر دردِ دل بھی تیرے ٹھکانے سے آیا ہے  
 وہ اجنبی تھا اجنبی رہتا تمام عمر  
 اخلاص میرے ہاتھ ملانے سے آیا ہے  
 اچھے بُرے میں فرق بھی کرنے لگا ہے وہ  
 اُس میں بھی یہ شعور جگانے سے آیا ہے  
 تو وقت ہے تو میں بھی ترے ساتھ ساتھ  
 اس بات کا خیال زمانے سے آیا ہے  
 تو بہ کرانے آیا تھا پی رہا ہے خود  
 زاہد بھی کس حسیں بہانے سے آیا ہے  
 پہلو میں اپنے پاس بٹھا لو کہ آخرش  
 جاعی تمہارے پاس بلانے سے آیا ہے  
 جاعی بھی ہے امیر کہ یہ دھن بھی اس کے پاس



کہہ دے تو بے کھٹکے سانچ  
 سانچ کو کب ہے کوئی آئین  
 سچائی کو مت جھٹلا  
 تین اور دو ہوتے ہیں پانچ  
 گھبرو جلے ہمسائے کا  
 آنے کی تجھ تک بھی آئین  
 کچھ تو نتیجہ نکلے گا!  
 شاگردوں کے پرچے جلانے  
 اس کو منزل تک پہنچا  
 جھوٹے کی بھی کر لے جانے  
 اپنے دل تک آنے دے  
 میرے دل کی تپتی آئین  
 ٹوٹ نہ جائے لفظوں سے



زمینوں پر شجر اچھے لگے ہیں  
 شجر پر پھر شجر اچھے لگے ہیں  
 اُجالوں نے مجھے پہچان دی ہے  
 تو یہ شمس و قمر اچھے لگے ہیں  
 حسین پھولوں پر شبنم کے قطرے  
 کبھی لعل و گہرا چھ لگے ہیں  
 تری دنیا کو سر کرنے میں یارب  
 مجھے یہ بحر و بر اچھے لگے ہیں  
 مسافر جب بھی لوٹے ہیں سفر سے

ہے گھر کی آبروان سے سلامت  
 سدا دیوار و درِ اچھے لگے ہیں  
 گناہوں پر رہا کرتے ہیں نادِم  
 خدا کو بھی بشر اچھے لگے ہیں  
 خدایا ان میں بھی ہے شان تیری  
 ترے شام و سحر اچھے لگے ہیں  
 میں اڑتا پھر رہا ہوں ان پہ جَآمی  
 خیالوں کے یہ پُر اچھے لگے ہیں



مرکزِ دہر ذاتِ میری ہے  
 رشکِ دنیا حیاتِ میری ہے  
 یہ زمیں یہ فلک یہ بحر و بر  
 یہ حسین کائناتِ میری ہے  
 میری خاطر نکلتا ہے سورج  
 دن ہے میرا یہ راتِ میری ہے  
 ورقِ گل پہ شعر ہیں میرے  
 بات بھی پات پاتِ میری ہے  
 سچ کی صورت کبھی ہے جس نے بھی  
 سچ تو یہ ہے وہ باتِ میری ہے  
 کیا ہوا اگر نہیں مرا قبضہ  
 پھر بھی کل کائناتِ میری ہے  
 تیری قسمت ہو یا میری جماعی



میرے خط کے جواب میں رکھنا  
 پھول کوئی کتاب میں رکھنا  
 ہم کو آتا ہے تنہا راتوں میں  
 تیرا چہرہ ہی خواب میں رکھنا  
 تجھ سے شرماء کے چھپ نہ جاتے کہیں  
 چاندنی ماہتاب میں رکھنا  
 جھیل پر آ کے میرے پیچھے سے  
 عکس تم اپنا آب میں رکھنا  
 چاند سورج کو اور تاروں کو  
 تم یونہی رعب داب میں رکھنا  
 کامیابی کی شرطِ اول ہے  
 خود کو تم احتساب میں رکھنا  
 اپنے شعروں میں باندھ کر جمائی  
 سب کو اک انقلاب میں رکھنا



چپ ہوئے کر کے شور دروازے  
ہو گئے خود ہی "بُور" دروازے

جتنا ہوتا ہے خوفِ مسوائی  
اُٹنا کرتے ہیں شور دروازے

حوصلے کی ذرا ضرورت ہے  
ٹوٹ جائیں گے چور دروازے

ناز سے تمکنت سے کھلتے ہیں  
بنک کے سود خور دروازے

جَب بھی آتے ہیں وہ دیے پاؤں  
کرنے لگتے ہیں شور دروازے

کھولنے سے بھی اب نہیں کھلتے  
ہو گئے ہیں کٹھور دروازے

اُس پہ کھلتے ہیں یہ سدا جامی  
جس سے ملتے ہیں زور دروازے



سُندر مُکھڑا تیرا چہرہ

پیارا پیارا تیرا چہرہ

بے گانہ بے گانہ سا ہے

دیکھا بھالا تیرا چہرہ

مجھ پر بگڑا بگڑا سا ہے

اچھا خاصا تیرا چہرہ

سب کے دل میں گھر کرتا ہے

سیدھا سادھا تیرا چہرہ

پچھلی شب کا چاند ہے جیسے

اُترا اُترتا تیرا چہرہ

تو میرا ہے میں تیرا ہوں

آئینہ سا تیرا چہرہ

جتنا سچا اتنا جھوٹا

جھوٹا سچا تیرا چہرہ

جسامی اب لگتا ہے مجھ کو

میرا چہرہ تیرا چہرہ





جتنی سچائیاں ہماری ہیں  
 اتنی تنہائیاں ہماری ہیں

جن سے ہم ڈر رہے ہیں اب تک بھی  
 وہ تو پرچھائیاں ہماری ہیں

شہرِ تلوں کے عوض زمانے میں  
 ساری رسوائیاں ہماری ہیں

ڈوب جاتے ہیں جن میں اکثر ہم  
 دل کی گہرائیاں ہماری ہیں

رُست ہے یہ آپ سے جدائی کی  
 غم کی پروائیاں ہماری ہیں

کھیل رچا ہے اُن سے چھپنے کا  
 اب بھی انگناتیاں ہماری ہیں  
 ہے بصارت بھی اور بصیرت بھی  
 اب یہ پہناتیاں ہماری ہیں  
 ہر بُرائی سے ہم نمٹ آتے  
 یہی اچھائیاں ہماری ہیں  
 ہم نشیں جب کہ وہ ہوئے جائے  
 بزم آرائیاں ہماری ہیں



تمہاری یاد جو آئی تو دے کے آہ گئی !  
 بسا کے درد کو اپنا یہاں گواہ گئی  
 پلٹ کے آؤ گے تم اس لئے بہتر دیاس  
 تمہارے پیچھے بڑی دور تک نگاہ گئی  
 ملا کے چھوڑ دیا آخرش محبت نے  
 تمہارے گھر ہی گئی جو ہماری راہ گئی  
 وہ آرزو جو دبے پاؤں آئی تھی دلیں  
 بنا کے مجھ کو مرے دل کا بادشاہ گئی  
 نہ چھوڑا ہم کو کہیں کا تمہاری اُلفت نے  
 جدائی دے کے قیامت کا انتباہ گئی  
 یہ سچ ہے ہم نے بھی اکثر یہاں ہی ہے اُس سے  
 ہمارے ساتھ بھی یہ زندگی نباہ گئی  
 وہ ایک لڑکی سمجھتے تھے نا سمجھ جس کو  
 ہمارے شعر پہ وہ کر کے واہ واہ گئی  
 ملی تھی راہ میں رسوائی جو ہمیں جماعتی



مخاطب اُس نے کیا مجھ کو اب کے تو کر کے  
 تکلف اٹھ گیا آج اُس سے گفتگو کر کے  
 فرشتے کھاتے ہیں قسمیں تمہاری پاکی کی  
 تمہارا نام لیا میں نے بھی دُشمن کر کے  
 یہ انقلاب تمہاری نظر سے آیا ہے  
 زمانہ گزرا ہے شغلِ مئے دُبو کر کے  
 کچھ اور بڑھ گئیں رسوائیاں محبت میں  
 مِلا ہے کیا ہمیں تہذیبِ آبرو کر کے  
 زمانہ دوست نظر آئے گا خدا کی قسم  
 خود اپنے آپ کو دیکھو کبھی عدو کر کے  
 یہ مہین نے ماتا کہ بنجر زمین ہے لیکن  
 خدا را دیکھتے کچھ صورتِ نمود کر کے  
 ”مجھے ہے تم سے محبت قسم سے اے جا آئی“  
 یہ بات اُس نے بھی مجھ کو رُبو کر کے



صبر کرتا ہوں تو احساسِ نِریاں بولتا ہے  
 چُپ جو رہتا ہوں تو پھر سارا جہاں بولتا ہے  
 خاک ہونے کو ہے اب دِل کی تیر بھی لے لو  
 دِل سے اُٹھتا ہوا آہوں کا دُھواں بولتا ہے  
 سُن کے ہوتا ہوں سُبک سیر کہ وہ شِرخ کبھی  
 لفظِ ارزاں ہیں تو چُن چُن کے گراں بولتا ہے  
 تیرے بارے میں سب انجان ہوئے جاتے ہیں  
 پوچھتا ہوں کوئی آکے کہاں بولتا ہے  
 اوڑھ لیتا ہے یقین مصلحتاً چُپ کا لحاف  
 اُس گھڑی سچ کی ہر اک بات گماں بولتا ہے  
 گفتگو سُنتا ہوں تیری ہی یہاں شام و سحر  
 کچھ نہ کچھ مجھ سے تر اِ خالی مکاں بولتا ہے  
 چاندنی میں جو کبھی آنکھ مچولی ہے رچی  
 تو کہاں ہے تر اِ ایک ایک نشاں بولتا ہے  
 مِل کے مسرور ہوا آج بہت جاتی سے  
 وہ بھی میری ہی طرح اُردو زباں بولتا ہے



کچھ لوگ یہاں مُردہ ضمیروں کی طرح ہیں  
 جو زندہ ہیں وہ بھی تو اسیروں کی طرح ہیں  
 اس ملک میں اپنی ہے دل و جاں پر حکومت  
 ہیں شاہ مگر پھر بھی فقیروں کی طرح ہیں  
 دیتے ہیں مثال آج بھی کچھ لوگ ہماری  
 انصاف کے میدان میں نظیروں کی طرح ہیں  
 ہیں دل کے غریب ایسے بھکاری سے بھی بدتر  
 کچھ لوگ بظاہر تو امیروں کی طرح ہیں  
 کچھ اور نہیں پاس تو رکھتے ہیں حوالہ  
 معمولی سے نیتا ہیں وزیروں کی طرح ہیں  
 رکھ دیتے ہیں انگلی سدا دکھتی ہوئی رگ پر  
 کچھ لوگ بھی دُنیا میں شریروں کی طرح ہیں  
 ہم جان بھی دے دیتے ہیں ایمان پہ جاعی  
 اس دیس کی تقدیر میں دیروں کی طرح ہیں  
 جز قدرِ دال ان کی کوئی قیمت نہیں لگتی  
 جاعی کے یہ اشعار بھی ہیروں کی طرح ہیں



کبھی ہم کو ہنر مندوں کی خامی کاٹ کھاتی ہے  
 حسینوں میں یہی شے بن کے خوبی کاٹ کھاتی ہے  
 سبھی کو حق پہنچتا ہے یہاں محفوظ رہنے کا  
 ستم جب سہہ نہیں پاتی تو چیونٹی کاٹ کھاتی ہے  
 پرانی ہوتے ہوتے ہم مزاجی آہی جاتے گی  
 نئی ہوتی ہے تو اپنی ہی جوتی کاٹ کھاتی ہے  
 محبت میں مراد مل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آخر  
 محبت میں سنا تھا جلد بازی کاٹ کھاتی ہے  
 کسی بھی جھوٹ کا ہوتا نہیں دل پر اثر کوئی  
 رہے یہ یاد اکثر بات سچی کاٹ کھاتی ہے  
 نہ مارو بند کر کے راستہ ہر چور بلی کا!  
 وگرنہ پالتو بلی بھی اپنی کاٹ کھاتی ہے  
 تڑپتا رہتا ہوں یوں ہی مسلسل صبح ہونے تک  
 شبِ فرقت کسی کی یاد آتی کاٹ کھاتی ہے



عمر بھریوں ہی پیش و پس میں رہے  
 ہم بھلا کب خود اپنے بس میں رہے  
 ہم رہے اس طرح سے دنیا میں  
 جیسے پنچھی کوئی قفس میں رہے  
 کون دشمن ہے اور دوست ہے کون  
 کچھ تو احساس ہم نفس میں رہے  
 پھول تو پھول ہیں مگر پھر بھی  
 کچھ تو اعزاز و خوار و خس میں رہے  
 ہاتے دنیا اور اس کی رنگینی  
 محسوس اس کے رنگ رس میں رہے  
 ہم تو وحدانیت کے قاتل ہیں  
 لوگ کچھ اور کی ہوس میں رہے  
 لوگ گھیرے رہے ہمیں جامی  
 ہم بھی ہر وقت آٹھ دس میں رہے





خود اپنے ہی سر کو تم بے تاج نہ کر دینا  
 گم اپنے ہی ہاتھوں سے یہ راج نہ کر دینا  
 حق اُس کا بھی بنتا ہے ہر شے میں برابر کا  
 خود اپنے ہی بھائی کا اخراج نہ کر دینا  
 یہ آج ہمارا ہے جی لینا اسے جی بھر  
 جو بات ہے کل والی وہ آج نہ کر دینا  
 چرواہوں سے کہہ دینا سب کھیت ہمارے ہیں  
 کٹنی ہیں کھڑی فصلیں تاراج نہ کر دینا  
 جو فصل اُگاتا ہے حق پہلا اُسی کا ہے  
 کہیں اُس کو ہی دانے سے محتاج نہ کر دینا  
 جو کام کا عادی ہے کچھ اور نہ کر بیٹھے  
 مصروف اُسے بکھتا ہے کاج نہ کر دینا  
 مَن مانی کرے گا پھر کُرسی کے نشے میں وہ  
 سرِ بیخ کو گاؤں کا سرتاج نہ کر دینا



میں کیا کروں کہ مری زندگی تناؤ میں ہے  
 کہ حیات میری اُسی شوخ کے بھھاؤ میں ہے  
 جو اُس کے شر سے گزرتے ہیں کس سے ڈرتے ہیں  
 یہ بات سچ ہے کہ دُنیا ہی کاؤ کاؤ میں ہے  
 نہ جانے کب وہ مرے دل کا ماجرہ پوچھے  
 میں کیا بتاؤں کہ کیا اُس کے بھید بھاؤ میں ہے  
 ہوائیں تھم گئیں لیکن ابھی ہے اک خطرہ  
 کہ آگ تھوڑی سی باقی ابھی آلاؤ میں ہے  
 اُسے متانا ہے ناراض ہو گیا ہے وہ  
 مزہ تو جینے کا اب اُس کے من مُٹاؤ میں ہے  
 کما کے لایا ہے بیٹا ریاں جدہ سے  
 اور اب لُٹانے کا فن بھی اُسی کماؤ میں ہے  
 اکیلا مجھ کو ہی بازار کرنا ہے جامی  
 میں جانتا ہوں کہ بازار اُس کے بھھاؤ میں ہے

کاؤ کاؤ : زخم کھانا، تفتیش، کوشش



نیکوں کے راستے کا ہیں پتھر منافقین  
تکلیف دیتے رہتے ہیں اکثر منافقین

جلوے تو نگری کے جگاتے ہیں رات دن  
وہ بھی لہو غریب کا پی کر منافقین

دھوکا، فریب، مکر کی چل چل کے اپنی چال  
دُنیا میں ہو گئے ہیں تو نگر منافقین

کھودا ہے جس گڑھے کو گریں گے اُسی میں خود  
اک روز خود ہی کھائیں گے ٹھوکر منافقین

حالت کبھی تھی ان کی کہ تھلا ہے تھے یہ  
کہلا رہے ہیں اب جو سخنور منافقین

اپنی حسد کی کی آگ میں جلتے ہیں روز و شب  
ہوتے ہیں خاک آپ ہی بلکر منافقین

جَا آئی انہیں مُعاف کیا میں نے باخدا  
بھلا رہے ہو تو ہم نہ ہلا رہے منافقین



حق میں ہمارے بن گئی اک جور احتیاط  
 جس دن سے آپ کرنے لگے اور احتیاط  
 تھم تھم کے احتیاط سے ملنے لگے ہیں وہ  
 پیش نظر ہے اُن کے بھی فی الفور احتیاط  
 کترار ہے ہیں ہم بھی ہوئے جب سے غرہ  
 اب وہ بھی کر رہے ہیں بہر طور احتیاط  
 جس دن سے میں نے تیرا تعارف کرا دیا  
 کرتے ہیں لوگ خود ہی بصد غور احتیاط  
 جب سے گلہ کیا ہے محبت سے آپ نے  
 کرنے لگا ہے آپ سے اک دور احتیاط  
 اب وہ بھی احتیاط پہ مجبور ہو گئے  
 ہوتی نہیں ہے جن سے کسی طور احتیاط  
 دیکھا جو مسیحا حال تو عبرت ہوتی انہیں  
 کرنے لگے ہیں اب وہ بلا غور احتیاط  
 اچھے برے میں فرق کوئی اب نہیں رہا  
 جائی بُرا ہے آج کا یہ دور احتیاط



دِلِ دَالُوں کا احسانِ نظر آتا ہے  
 پھر جینے کا امکانِ نظر آتا ہے  
 محسّط رہیں اہلِ محبت اب کے  
 بربادی کا سامانِ نظر آتا ہے  
 خاموشی یہی کہتی ہے سناٹے سے  
 اٹھتا ہوا طوفانِ نظر آتا ہے  
 اب دِل کے بھی حالات نہیں پہلے سے  
 اب دِل بھی پریشانِ نظر آتا ہے  
 یہ قُربِ قیامت کے ہیں آثار کہ اب  
 ہر آشنا انجانِ نظر آتا ہے

کہتے ہیں کہ سودا ہے دلوں کا اس میں  
 نقصان ہی نقصان نظر آتا ہے  
 واشنگٹن و نیویارک کے پس منظر میں  
 انسان بھی شیطان نظر آتا ہے  
 وہ خطہ کشمیر کہ جنت تھا کبھی  
 اب جنگ کا میدان نظر آتا ہے  
 اردو کا ہے قاتل بھی وہی اے جائے  
 جو شخص ننگہ بان نظر آتا ہے



تجھ سے جب بات کیا کرتا ہوں  
 ضبط کے سات کیا کرتا ہوں  
 رہنماؤں سے بچا کر دل کو  
 نذرِ حالات کیا کرتا ہوں  
 جن کا ملتا نہیں دُنیا سے جواب  
 وہ سوالات کیا کرتا ہوں  
 رات کو دن میں بدلنے کیلئے  
 دن کو پھر رات کیا کرتا ہوں  
 ضبط ہوتا نہیں جب اس دل سے  
 تجھ سے سیہات کیا کرتا ہوں  
 اپنے حالات پہ تو جشن منا  
 مں غم ذات کا کرتا ہوں

دل جو لگتا ہے تو میں تیرا ہی  
 ذکرِ دینِ رات کیا کرتا ہوں  
 گفتگو دل کی، تصویر میں سہی  
 میں ترے سات کیا کرتا ہوں  
 میرے حصے میں جو آتی ہے خوشی  
 اُس کو خیرات کیا کرتا ہوں  
 اک تمہی دوست ہو میرے جامی  
 تم سے ہر بات کیا کرتا ہوں





عہد و پیمیاں سے مُکرتا نہیں آتا ہم کو  
 اجنبی بن کے گزرتا نہیں آتا ہم کو  
 اس قدر بکھرے ہیں رَہ رَہ کے تری فرقت میں  
 مل کے اب اور بکھرنا نہیں آتا ہم کو  
 احتجاج آپ سے کرنے میں بھی رسوائی ہے  
 اس لئے آہ بھی بھرنا نہیں آتا ہم کو  
 صرف منزل پہ پہنچ کر ہمیں دم لینا ہے  
 راہ میں تیری ٹہرنا نہیں آتا ہم کو  
 اس بلندی پہ نہ لانے ہمیں پہنچایا ہے

آئینے کی بھی ضرورت نہیں باقی اب تو  
 ایسے بگڑے ہیں سنو رنا نہیں آتا ہم کو  
 کیا ڈرائے گی یہ دُنیا ہمیں کیا جانتی ہے  
 اک خدا کے سوا ڈرنا نہیں آتا ہم کو  
 ہر گھڑی یاد کتے جاتے ہیں غم سہہ سہہ کر  
 جانے کیوں تم کو بس رنا نہیں آتا ہم کو  
 وقت کوئی ہو، جگہ کوئی ہو، اک سچ کے سوا  
 کام جمائی کوئی کرنا نہیں آتا ہم کو



د میرے شاگرد مشہور مزاحیہ شاعر اپنے طرہ بھونگی کی فرمائش ہیں

دوست مخلص نہ دوستی مخلص  
 دشمنوں کی ہے دشمنی مخلص  
 آشنا اب نہیں کوئی مخلص  
 ہو تو ہو کوئی اجنبی مخلص  
 اب تو ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا  
 شہر میں کوئی آدمی مخلص  
 یہ جو دشمن بنی ہوئی ہے مری  
 ہے حقیقت میں زندگی مخلص  
 جب بھی ٹھوکر لگی تو یہ جانا  
 آگھی ہے کبھی کبھی مخلص  
 بعد توبہ کے یاد آتی ہے!  
 تھی کبھی اپنی بے خودی مخلص  
 آزما کر بھی دیکھ لو جانی  
 نوں تو کہنے کو ہیں سبھی مخلص



کوئی تسکین کا ساماں ہم پہنچا نہیں سکتا  
 خوشی کیا دے سکے گا وہ جو غم پہنچا نہیں سکتا  
 مجھے جو بات کہتی تھی وہ میں نے زیر لب کہہ دی  
 جو ہے بین السُّطور اس کو قلم پہنچا نہیں سکتا  
 قبولِ افتد زہے عز و شرف یہ جان و دل میرے  
 تمہارے واسطے اب اس سے کم پہنچا نہیں سکتا  
 زباں ہے بند اب آنکھوں کے دل کی بات کہتی ہے  
 پیامِ دل بشکلِ چشمِ نرم پہنچا نہیں سکتا  
 تمہاری بے رُخی نے خود ہم پہنچا دیا دل کو  
 اب اسکے بعد میں رنج و آلم پہنچا نہیں سکتا  
 سنا الحاح ہیں اب مولوی جمن جاتی ہیں  
 میں اپنے شعر ان تک محترم پہنچا نہیں سکتا



اب کھیت اُگلے ہیں تو بس کام کریں گے  
کٹ جائے گی جب فصل تو آرام کریں گے

نکلے ہیں بنا رختِ سفرِ صبح سویرے  
منزل پہ پہنچ کر ہی میاں شام کریں گے

سب معنوی اولاد ہیں شاگرد ہمارے  
لگتا ہے ہمارا یہ بہت نام کریں گے

الزام لگانے سے تو حق مٹ نہیں سکتا  
ہم حرفِ غلط سارے ہی الزام کریں گے

ہیں اپنے مخالف بڑے کم ظرف اب ان سے  
اُمید رہی ہے ہمیں بدنام کریں گے

منصب بھی ہمارا ہی مقصد بھی یہی ہے  
دنیا میں محبت کو سدِ اعام کریں گے

دنیا میں ہم آئے تو اسلام کی خاطر  
ہر کام یہاں صورتِ اسلام کریں گے

ہم حسنِ سلوک اور محبت سے ہی جمائے  
جو اپنا مخالف ہے اُسے رام کریں گے

ق



یابری مسجد کے انہدام کے سلسلے میں لبرہان کمیشن پر نام تہا دنیاؤں  
 کے بیانات کی روشنی میں

کر کے اقرار جھوٹ بولیں گے

آپ ہر بار جھوٹ بولیں گے

جھوٹ ہی پر توجہ رہے ہیں وہ

کیوں نہ دلدار جھوٹ بولیں گے

کیا توقع ہے سچ کی، یہ اُن کے

ہیں طرہ فدا جھوٹ بولیں گے

جھوٹ کے کاروبار ہیں ان کے

بیچ بازار جھوٹ بولیں گے

سچ تو یہ ہے ہمارے بارے میں

آپ سرکار جھوٹ بولیں گے

وہ عمارت گرا چکے سچ کی

اب ”نژادھار“ جھوٹ بولیں گے

وہ ہمیشہ کی طرح اب کے بھی

ہیں یہ آئنا جھوٹ بولیں گے

جھوٹ ان کا ہے مذہب و مسلک  
یہ بالاصدار جھوٹ بولیں گے

نیکو کاروں سے دشمنی ہے انہیں  
ہیں گتہ گار جھوٹ بولیں گے

حق پہنچتا نہیں انہیں لیکن  
بن کے تھدار جھوٹ بولیں گے

لبرمان اس سے خوب واقف ہیں  
”سارے سردار جھوٹ بولیں گے“

فیصلہ پھر بھی ہونہ پاسے گا!  
پڑھ کے اخبار جھوٹ بولیں گے

خون میں ان کے جھوٹ ہے جامی  
یہ ہیں خونخوار جھوٹ بولیں گے

## اخباری وی ریڈیو

اب کہاں بے سود ہیں اخباری وی ریڈیو  
 رنگِ ہست بود ہیں اخباری وی ریڈیو  
 جھوٹی خبریں جھوٹی باتیں بھی تو شامل ان میں ہیں  
 پھر بھی کب مرود ہیں اخباری وی ریڈیو  
 پیٹ بھر کھانیکے لالے پڑ گئے ایسے میں بھی  
 یار کو مقصود ہیں اخباری وی ریڈیو  
 گاؤں میں اور شہر میں کیا فرق باقی رہ گیا  
 ہر جگہ موجود ہیں اخباری وی ریڈیو  
 گاؤں گاؤں قسریہ قریہ ہو گیا انکا چلن  
 اب کہاں مفقود ہیں اخباری وی ریڈیو



جزوِ لاینفک بنے ہیں زندگی کی راہ میں  
 شاہد و مشہود ہیں اخبارِ ٹی وی ریڈیو  
 آگ لگ جاتی ہے اندر سے دھواں اُٹھتا نہیں  
 آتشِ بے دود ہیں اخبارِ ٹی وی ریڈیو  
 زندگی گویا اَجیرِ ن ہو گئی احباب کی  
 جب سے یہ مسدود ہیں اخبارِ ٹی وی ریڈیو  
 عقل والوں کے لئے رحمنِ جامی ہر جگہ  
 باعثِ بہبود ہیں اخبارِ ٹی وی ریڈیو



صبح لینا ہے شام لینا ہے  
 مجھ کو اللہ کا نام لینا ہے  
 اِس لئے یہ جہاں بنایا گیا  
 اُس کو بندے کام لینا ہے  
 طہیز کرتا ہے وہ مگر اُس کا  
 مسکرا کر سلام لینا ہے  
 ساقیا ہاتھ کو نہ زحمت دے  
 تیری آنکھوں سے جام لینا ہے  
 اے خدا تیری اِس خُدا تی میں  
 مجھ کو اپنا مقام لینا ہے  
 پیار سے کہہ رہے ہیں وہ جاعی  
 آپ سے انتقام لینا ہے



ہے یادِ اک بوجھ چھاتی پر نہ رکھنا  
تم اپنے دل پہ یہ پتھر نہ رکھنا

تمہارے بعد لڑکے لڑ پڑیں گے  
پڑھانا اُن کو، مال و زر نہ رکھنا

یہ دُنیا تو ہے کھیتی آخرت کی  
تم اس دُنیا میں کوئی گھر نہ رکھنا

مناظر ہی میں سب یادیں چھپی ہیں  
رنگا ہوں میں کوئی منظر نہ رکھنا

بناتے رہنا سب کا حال بہتر  
خود اپنا حال ہی بہتر نہ رکھنا

نہیں ہے ٹوٹنے والی یہ توبہ  
مرے آگے بھرا سا غر نہ رکھنا

مجھے تو اُس نے بے گھر کر دیا ہے  
 خُدا یا تو اُسے بے گھر نہ رکھنا  
 جِلا کر خاک کر دے گا تجھے بھی  
 تو دل میں پیار کا خاں اور نہ رکھنا  
 ہے سب ادنیٰ میرے سرے جا آئی  
 خدا سے ہٹ کے نیچا سر نہ رکھنا



بہت ہو چکی ہے خودی گھر چلو  
بہکنے لگی آگہی گھر چلو

درِ مسکدہ بند ہونے کو ہے  
ابھی بڑھ گئی تشنگی گھر چلو

یہ آوارگی اب بہت ہو چکی  
تھکن خود ہی کہنے لگی گھر چلو

جو تھی چیر اپنی شنا ساگر  
وہ اب ہو گئی اجنبی گھر چلو

سیرِ شام دہلیز پر ماں کرے  
مسلل تقاضہ ابھی گھر چلو

چمکنے لگے پھر سے دیوارِ درد  
بلانے لگی زندگی گھر چلو

چلو آؤ رُخس جاتی کہ اب  
ہو انتِ حکا تو بھی گھر چلو



میں بے پناہ نہیں ہوں پناہ تیری ہے  
 مری طرف جو کرم کی نگاہ تیری ہے  
 ہے تیری یادوں سے آباد یہ خسرا بھی  
 یہ دل ہے میرا کہ آماجگاہ تیری ہے  
 مجھے تو چلنا اسی پر ہے جو بھی ہوا انجام  
 جو ہو کے دار سے باقی ہے راہ تیری ہے  
 اکیلا میں ہی ہوں مجرم تری عدالت میں  
 یہ دن بھی اور یہ شب بھی گواہ تیری ہے  
 میں لڑ رہا ہوں لڑائی خلاف باطل کے  
 ہر ایک شعر مرا آبِ سپاہ تیری ہے

ہے اب تو تو ہی سفید و سیاہ کا مالک  
 یہ زندگی بھی سفید و سیاہ تیری ہے  
 گناہ کرتا رہا میں سمجھ کے ہے نیکی  
 گناہ میرا تمہیں گناہ تیری ہے  
 اکیلی پہنچی ہے مجھ تک تمام تر دنیا  
 جو دل سے نکلی ہے میرے وہ آہ تیری ہے  
 امیر ہو گیا جامی سنا ہے یہ جب سے  
 دلِ غریب کی یہ بارگاہ تیری ہے



(غزل برائے یادِ اکمل)

(۲ جولائی ۱۹۶۶ء بمقام نور گوگلکٹ ٹرہ)

یہاں میرا حُسنِ ظن ہے وہاں اُس کی بدگمانی  
بڑی کھل رہی ہے اب تو اُسے میری بے زبانی

میری شاعری کی عظمت ہے فقط تری محبت  
یہی آخری بچی ہے ترے بچہ کی نشانی

جو ہے دل میں درد مندی مرے ساتھ ہے بلندی  
میں اگرچہ ہوں زمینی مرا گھسٹے آسمانی

میں کھڑا ہوں آج تنہا کہیں کھو گیا ہے رستہ  
ابھی کل کی بات ہے یہ مرے ساتھ تھی جوانی

لکھی جا رہی ہے جب سے پڑھی جا رہی ہے اب تک  
ترے ظلم کے مُقتابل مرے پیار کی کہانی

کہو اس کی تم حفاظت ہو وہ انجمن کہ خلوت  
کہ خدا کی ہے امانت یہ ہماری زندگی گانی

میری زندگی میں جاتی ہے عجیب آزمائش  
کئی دن سے ہو گئی ہے مجھے خود سے بدگمانی





(تمام تر مطلعوں پر مشتمل)

ذہنِ رسا کا ساتھ ہی اب بار بار ہے  
 دل ہے تمہارا اس پہ کسے اختیار ہے  
 اس دل کو آج تک بھی تر انتظار ہے  
 دیدار کو ترے یہ بہت بے قرار ہے  
 حسنِ نظر پہ تم کو اگر اختیار ہے  
 ”آنکھیں حسین ہوں تو خزاں بھی بہا ہے“  
 کہتی نہیں تھی بات وہی آشکار ہے  
 دشمن ہے اب وہی جو مراراز دار ہے  
 منزل کے آس پاس جو گرد و غبار ہے  
 قاصد کے ساتھ قافلہ جاں نثار ہے  
 جامی پہ مجھ کو اس لئے صداقتار ہے  
 توبہ کے بعد رحمتِ پروردگار ہے



آج بھی اقرار ہے  
مجھ کو تم سے پیار ہے

کام اس کو دیجئے  
آدمی بے کار ہے

حکم ہے اب التجا  
اب کسے انکار ہے

مجھ کو میرا ہی وجود  
راہ کی دیوار ہے

جھوٹ کی دنیا میں اب  
زندگی دشوار ہے

دیکھ کر رستہ جلو  
راستہ پُر خار ہے

دشمنِ اُردو یہاں  
اپنی ہی سرکار ہے

وصلہ تو ہے بہت  
آگہی درکار ہے

آج بھی شو مر گئے  
ایک کا اظہار ہے  
جھوٹی خبروں سے بھرا  
آج کا اخبار ہے

ذکرِ جماعت پر کہیں  
وہ تو اپنا یار ہے



پھر وہی بن جائیے  
 آدمی بن جائیے  
 آیتے آکر مری  
 زندگی بن جائیے  
 میں بڑا نادان ہوں  
 آگھی بن جائیے  
 آشنائی کس لئے  
 اجنبی بن جائیے  
 میں تو دیوانہ ہی ہوں  
 آپ بھی بن جائیے  
 شعر میں ڈھل کر مری  
 شاہ ۱۵۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰

لائیے پھر ہوش میں  
 بے خودی بن جائیے  
 بولنا ہی ہے اگر  
 خامشی بن جائیے  
 شعر کہنا ہے مجھے  
 نغمگی بن جائیے  
 کیجئے جماعی کرم  
 آدمی بن جائیے



حُسن سے عاشقی سے ملے  
 آج ہم زندگی سے ملے  
 آنکھوں آنکھوں میں باتیں ہوئیں  
 بولتی خامشی سے ملے  
 سچ کہوں ایک مدت ہوئی  
 آدمی آدمی سے ملے  
 اپنی عظمت بڑھی اور بھی  
 جس قدر سادگی سے ملے  
 اپنی دیوانگی بڑھ گئی  
 جب بھی ہم آگہی سے ملے

کھل گیا سب خوشی کا بھرم  
غم ہوا جب خوشی سے ملے

ہر کوئی یوں بھی مصروف ہے  
کوئی کیسے کسی سے ملے

اب کے مل کر کچھ ایسے لگا  
جیسے اک اجنبی سے ملے

ساز بجنے لگے خود بخود  
آپ کی نغمگی سے ملے

جامی صاحب رسالوں میں ہم  
آپ کی شاعری سے ملے



آئیے ہے رات بھی  
 کر لیں دل کی بات بھی  
 آپ بھی ہیں غمزدہ  
 غم ہے میرے سات بھی

اب ہے پینے کا مزہ  
 آگئی برسات بھی

نام بھی ہے معتبر  
 اپنی ہے اوقات بھی

مجھ سے بے پروا لگی  
 مجھ کو میری ذات بھی



کچھ نہ کچھ کر کے دکھا  
 پاؤں بھی ہیں بات بھی  
 بینڈ بھی بجنے لگا  
 چل پڑی بارات بھی  
 نام اللہ کا لیا  
 ٹل گئیں آفات بھی  
 دور ہے دیکھو برا  
 کہتے ہیں حالات بھی  
 شعر جامی کے سہی  
 ہیں مری سونہات بھی

نظمیں

آزاد نظم

# میں سوچتا ہوں

میں ایک شاعر ہوں۔ سوچتا ہوں  
میں سب سے افضل ہوں۔ ( آدمی ہوں )  
میں کیا بتاؤں !  
وطن میں اپنے ہی اجنبی ہوں

جو دیکھتا ہوں  
تو سارے کشمیر میں دھواں ہے  
جو تھی محبت وہ اب کہاں ہے  
یہ کیسا آتش فشاں پھٹا ہے  
یہ کیسا لاوا اُبل رہا ہے  
کہ وقت کروٹ بدل رہا ہے

پڑوس میں بھی سکون کب ہے  
الگ سے آئینہ ہم کو لٹکا دکھا رہا ہے  
کراچی دوزخ بنا ہوا ہے  
مہاجر روں نے جہاں بنایا تھا آشیانہ  
جلایا صیاد نے ٹھکانا

میں ایک شاعر ہوں۔ سوچتا ہوں  
 غیور افغان کیسے جنگل میں پھنس گیا ہے  
 تڑپ رہا ہے  
 تڑپ رہا ہے

میں ایک شاعر ہوں۔ سوچتا ہوں  
 عراق و کویت  
 جو خود کشی کر رہے ہیں  
 قسطوں میں مر رہے ہیں  
 جو گورے تاجر ہیں  
 کیسے شاطر ہیں  
 دور بیٹھے لڑا رہے ہیں  
 کہ گویا ان کو جگہ ہے  
 مگر حقیقت میں زہر دیکر سلا رہے ہیں

میں ایک شاعر ہوں۔ سوچتا ہوں  
 غلام بن کر رہے گا یہ آفریقہ کب تک  
 کبھی تو کالے کریں گے گوروں کی رہنمائی  
 کبھی تو ہوگی شعور کی قید سے رہائی

میں ایک شاعر ہوں۔ سوچتا ہوں  
 نیا فلسطین کب بنے گا  
 ادھر ہے لبنان بے سہارا  
 ادھر ہوا لیبیا اکیلا

میں پوچھتا ہوں  
 کہاں ہیں انصاف کرنے والے  
 میں جانتا ہوں  
 نہیں ہیں کوئی اندھیری رہ میں اُجالا  
 تکر ٹہرنے والے  
 میں جانتا ہوں  
 وہ جن کو مرنے کا ہے سلیقہ نہیں ہیں ہرگز وہ مرنے والے

# بولتی خامشی

جانے کیوں میں دیکھ کے تم کو خوش ہوتا ہوں  
 جانے تمہارے چہرے میں کیا حُسن چھپا ہے  
 جانے تمہاری آنکھوں میں جادو ہے کیا  
 یوں لگتا ہے

سرتاپا یہ جسم تمہارا بول رہا ہے  
 لیکن جب تم مُنہ سے اپنے کچھ کہتے ہو  
 جب بھی تمہارے لب ہلتے ہیں

یوں لگتا ہے  
 جیسے میں نے  
 ایک حسیں نغمے کے بدلے پیخِ مُستی ہو  
 تم مت بولو

لب مت کھولو

تم خاموش بہت اچھے ہو

# یہ طرزِ زیب و آرائش

فریبِ رنگ بونے ہر طرف جادو جگایا ہے  
 اب ایسے میں حقیقت آشتا ہونا بھی مشکل ہے  
 یہ رنگ و نور کی محفل یہ جلوے اور یہ تابانی  
 یہ طرزِ زیب و آرائش  
 یہ پیراہن، نمائشِ جسم کی  
 حسن و ادا کی یہ فراوانی  
 حسینوں کا شعارِ تنگ دامانی  
 حقیقت میں ہے یہ اس دور کا احساسِ محرومی  
 خود اپنے آپ سے بھی ہو گئے اس درجہ بیگانہ  
 انہیں آئینہ دکھلاؤ تو یہ خود کو نہ پہچانیں

# گریزاں

ایک حسین لمحہ گزرا تھا  
جس میں کسی نے  
مجھ سے وفا کا عہد کیا تھا  
جس کی یاد قیامت بن کر  
میرے دل کو کتنے دھوکے دے جاتی ہے

پھر بھی مرا دل  
ذہن کو اپنا دوست بنا کر  
کھول کے امیدوں کا دریچہ  
”شہرِ مبتلاں“ سے آنے والے ہر جھونکے سے  
حال کسی کا پوچھ رہا ہے

پوچھ رہا ہے  
کیا میرا بھی نام کبھی اُس کے ہونٹوں پر  
آ جاتا ہے  
لیکن اس پر

شہرِ مبتلاں سے آنے والا ہر جھونکا  
خاموش سا یوں ہی گزر جاتا ہے



# قید

یہ دل ناتواں  
 جانے کتنی اُمیدوں کا تھا پاسِ باں  
 کیا اُمنگیں تھیں  
 کیا آرزوئیں تھیں اس کی جواں  
 کتنے ہی امتحاں  
 اُس نے ہنس کر دیئے  
 کتنے ہی معرکے  
 اُس نے ہنستے ہوئے سر کئے  
 زندگی جیسے اس کے لئے کھیل تھی

اب وہی دل  
 نہ جانے ہوا اس کو کیا  
 چھوٹی چھوٹی سی باتوں پہ اب رات بھر  
 دن میں بھی بیشتر  
 سوچتا رہتا ہے  
 جانے کیا سوچتا رہتا ہے  
 اور اب  
 زندگی جیسے اس کے لئے قید ہے

## کُشا دگی

میں نے بڑھ کر  
 کھول دیئے ہیں  
 سب دروازے  
 اپنے دل کے  
 بند جواب تک کر رکھے تھے  
 کچھ انجانے سے لوگوں پر  
 کیوں کہ سب نے  
 زخم لگاتے تھے اس دل پر  
 میں نے اُن کو  
 دل کے درِ بچوں سے دیکھا تھا  
 زخم لگاتے

پھر بھی میں نے  
 سارے دریچے کھول دئے ہیں

سب ہی کو ہے میری ضرورت  
 سب ہی رستہ بھول گئے ہیں  
 پگ پگ ٹھوکر کھانے لگے ہیں  
 مینے نے بڑھ کر تھام لیا ہے  
 اُن کو جو گرنے والے تھے  
 جن میں کچھ تو اپنے ہی تھے  
 دیکھو مینے نے کھول دیئے ہیں  
 سب دروازے  
 تازہ ہوائیں آنے لگی ہیں

---

# ادراک

آگے پیچھے دائیں بائیں  
 سب اپنے ہیں سب ہیں پرائے  
 کون اپنا ہے کون پرایا  
 کس کے ساتھ ہے کس کا سایہ  
 ہم واقف تھے جن لفظوں سے  
 اب ان کا مفہوم ہے اُلٹا  
 جو سچّا ہے وہ جھوٹا ہے  
 جو جھوٹا ہے وہ سچّا ہے

---

# تکمیل

شب کو احساس کا مہتاب جلا  
 آرزوؤں کے چراغوں سے ہوا دل روشن  
 رنگ اور نور سے لمحات سجے  
 صبح کو شان سے ارمانوں کا سورج نکلا  
 جستجو پا کے رہی اپنا صلہ

---

# ترسیل کا المیہ

جب وہ بات کوئی کرتا ہے  
 بات ادھوری ہی کرتا ہے  
 خط بھی ادھورا ہی لکھتا ہے  
 جب بھی پوچھو

ان باتوں کا مطلب کیا ہے  
 یوں کہتا ہے

تم ہی سوچو تم ہی سمجھو  
 بات ادھوری ہی رہتی ہے  
 لیکن جب میں جھنجھلاتا ہوں  
 ہنس دیتا ہے  
 جیسے اس کی بات مکمل ہو جاتی ہے

# تجزیہ

یہ صورت بھی  
جس کا گورا رنگ ہے جیسے  
یہ نقشہ بھی  
اک میدان جنگ ہے جیسے  
شعر ہے لیکن  
قافیہ جس کا تنگ ہے جیسے

ہونٹ ریلے۔ کتنی لپ اٹک جانے اُن پر خرچ ہوئی ہے  
کمر — وہ نازک شاخ جو اکثر لچک گئی ہے۔  
بانہیں — وہ حلقہ ہے جس میں جان پھنسی ہے  
بدن جو اونچی نیچی اُفتادہ کھیتی ہے

اس دھرتی میں جو بھی اب تک فصل اُگی ہے  
اس کے ساتھ ہی جانے کتنی بھوک بڑھی ہے

# احساس کی قید

میری زندگانی کے آزاد لمحو  
 کہاں ہو  
 ذرا مجھ کو آواز دو  
 میں تمہیں کب سے اس شہر میں  
 ڈھونڈتا پھر رہا ہوں

میری زندگی آج دُنیا کی محفل میں  
 اک ایسے ہی میہماں کی طرح ہے  
 جو سب کے لئے اجنبی ہے  
 میں تنہا ہوں  
 اور اب مجھے تم پکارو  
 میں احساس کے ہوں سلاسل میں  
 جکڑا ہوا ایک قیدی  
 جسے روز و شب نے  
 غموں کے خرابے میں  
 محصور رکھا ہے



# آدوش

یہ نشان  
راستوں کے

چمن زار  
ویراں کھنڈر  
میکدے

معبدوں کے کلس  
یہ زمیں آسماں

پیار کا نفرتوں کا جہاں  
عرصہ زندگی کی حسیں داستاں

یہ مسرت یہ غم اور یہ محرومیاں  
کیا مرے بعد بھی یوں ہی چلتا رہے گا  
یہ چلتا ہوا کارواں

کیا اسی طرح قائم رہے گا جہاں

جانے والا کہے گا ”نہیں“  
آنے والا کہے گا کہ ”ہاں“

# کہی اُن کہی

اُن کہی اُن سُنی  
 بات میری محبت کی تھی  
 لیکن اس بات کو جب زباں مل گئی  
 جب مرے لب پہلے  
 کتنا چرچا ہوا  
 بات اتنی بڑھی  
 انجمن انجمن

میرے حالات سب آئینہ بن گئے  
 بات بڑھتی گئی  
 میرے جذبات بھی  
 اک گلہ بن گئے  
 اور پھر آخرش  
 میری ہر اک صدا  
 رہ گئی بن کے چیخ

اور تیری طرف  
 ضبط ہی ضبط ہے  
 سوچتا ہوں  
 کہ یہ خامشی بھی تری  
 ایک آواز ہے  
 ایک گمبھیر آواز ہے  
 جس سے آواز میری  
 بری چیخ بھی دب گئی

# ہمزاد

جدھر جاتا ہوں میں  
 کوئی تعاقب میرا کرتا ہے  
 بس اک احساس ہے جس کا  
 نہ جس کا جسم ہے کوئی  
 نہ جس کا روپ ہے کوئی  
 بس اک آواز ہے  
 میں بھی ازل سے جس سے واقف ہوں  
 مرا امن و سکون  
 جس کے خیال و خواب میں گم ہے  
 کبھی نزدیک سے  
 اور پھر کبھی تو دور سے آتی ہے یہ آواز  
 کوئی بھی کام میں اس سے چھپا کر کر نہیں سکتا  
 بڑی گبھیر ہے آواز یہ  
 میری مخالف بھی ہے اور میری موافق بھی  
 نہ جانے اس قدر کیوں اس سے ڈرتا ہوں  
 بس اک آواز  
 جس کا جسم ہے کوئی  
 نہ جس کا روپ ہے کوئی

# ہچکیوں کا فشارِ پیہم

تمہاری یادوں کا قافلہ جب بھی دل سے گزرا  
خیال و فکر و نظر کے خیمے اکھڑ گئے ذہن بدگماں سے  
حجابِ عاجز کے (نرم پردے) سے ہچکیوں کا فشارِ پیہم  
رواں دواں تھا

شکم کے خوفِ شریر سے ہو کے جوفِ سینہ  
غبارِ پیہم

کہ جیسے آنے لگی تھیں سائیں ادھارِ پیہم  
قدم قدم پر اک امتحاں تھا  
مسافرانِ شبِ گزشتہ (یہ میرے لمحے)  
سحر سے پہلے گرجو اپنا بجا چکے تھے  
جو اپنی منزل کی سمت پہلے ہی جا چکے تھے  
وہ زندگی کے طویل صحرا میں گم ہیں کب سے

تمہاری یادوں کا قافلہ  
 پھر سے آکے ٹہرا ہے دِلِ ستاں میں  
 خیال و فکر و نظر کے خیمے اکھڑ گئے ہیں  
 اُتر رہا ہے حجابِ عاجز سے  
 ہچکیوں کا فشارِ تپہم  
 شکم کے جوفِ شریر سے ہو کے جوفِ سینہ  
 رواں دواں ہے غبارِ تپہم  
 بدن میں ہے انتشارِ تپہم

# فلسفی

## (نثری نظم)

حقیقت کیا ہے  
کوئی نہیں جانتا

اور جو جانتا ہے وہ فلسفی کہلاتا ہے  
اور فلسفی (بعض کے نزدیک) خطرناک پاگل ہوتا ہے  
اور فلسفی کو ہر بات ثابت کرنی پڑتی ہے  
لیکن پاگل کو کوئی بات ثابت نہیں کرنی پڑتی

# پتھروں کے درمیاں

نگاہ و دل بھی ہے پتھر  
کہ اس زمانے کی

ہر ایک چیز ہے پتھر  
کہ جیسے بات تری

برستی رہتی ہے پتھر کی طرح  
دل پہ مرے

مگر یہ دل مرا

جس کا کوئی جواب نہیں

جو آج تک بھی ہے مخلص

جو آج تک بھی ہے

سود و زیاں سے بے پروا

کہ آج تک بھی

انہی پتھروں میں زندہ ہے

# موم اور پتھر

مُسلکتے ہوئے موم کی طرح  
روتے ہوئے دل کی قیمت بہت ہے  
یہی نرم دل گرم ہوتا ہے جب بھی  
تو بنتا ہے یہ زندگی کی علامت پگھل کر

مگر اس کے برعکس  
تم ”پتھروں“ سے جو ٹکراؤ تو  
ان میں حرکت نہ ہوگی  
نہ ہلچل مجھے گی  
نہ اپنی جگہ سے یہ پتھر ہلیں گے  
کہ بے جان ہیں یہ  
مُسلکتے ہوئے موم کی طرح روتے ہوئے  
دل کی قیمت بہت ہے  
کہ اس میں کم از کم  
پگھلنے کا گُن ہے



# سنگ و دو

سڑک کے فٹ پاتھ پر  
 دیر تک میں یہی غور کرتا رہا  
 یہ سڑک کتنی مصروف ہے  
 ہر کوئی اپنی فطرت سے مجبور ہے  
 حُسن مغرور ہے  
 عشق منصور ہے

اور پھر یہ ہوا  
 میں نے دیکھا  
 سڑک کے کنارے پہ رکشا سڑک  
 رکشا والے کا تھا سانس پھولا ہوا

اور پھر یوں ہوا  
 اس کے نزدیک ہی ایک موٹر رُکا  
 اس سے جو شخص باہر برآمد ہوا  
 وہ بھی مجھ کو لگا ہانپتا کانپتا

میں کھڑا دیر تک غور کرتا رہا  
 زندگی خود بھی ہے ہانپتی کانپتی

اور پھر یوں ہوا  
 مجھ کو ایسا لگا

اب تو میرا بھی ہے سانس پھولا ہوا

# تہی دامن

غموں کو ٹھکرا کے جینے والے  
 کہاں ہیں ڈھونڈو  
 کہ میں نے مدت سے  
 اُن کو دیکھا نہیں ہے لوگو  
 خوشی کو اپنا کے جینے والوں نے  
 آ کے مجھ سے کہا تھا  
 جیسے بھی جس طرح بھی ہو  
 اپنا دامن خوشی سے بھر لو

میں اپنے دامن میں  
 یوں ہی خوشیوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے  
 زمانے سے پھر رہا ہوں  
 خوشی کو اپنا کے جینے والے کہاں ہیں ڈھونڈو  
 کہ میں زمانے سے غم زدہ ہوں

اور اب میں دامن میں بھر کے خوشیاں  
 یہ سوچتا ہوں  
 کہ میں ہوں تنہا  
 یہ ساری خوشیاں  
 کسے کسے بانٹتا پھروں میں  
 کہ ہر کوئی چاہتا ہی ہے  
 کہ ساری خوشیاں وہی سمیٹے  
 مگر مجھے بھی یہی ہے خدشہ  
 کہ میرا دامن بھی ہو نہ خالی

# چھت

میں اپنے پیروں پہ کھڑا تھا  
 میرے پیروں کے نیچے جو دھرتی تھی وہ  
 ساری میرے بھائی کی تھی  
 اور میں جس چھت کے نیچے تھا  
 وہ بھی میرے بھائی کی تھی  
 ویسے تو میں اپنے ہی پیروں پہ کھڑا تھا  
 جو بھی کہتا  
 لاکر اپنے بھائی کو ہی دے دیتا تھا  
 بے فکری سے دن کٹتے تھے  
 کوئی نہیں تھی ذمہ داری  
 دن کو بھائی کے بچوں میں دل لگتا تھا  
 رات تو لمبی تان کے سونے میں کٹی تھی  
 سنے کیا کیا راتوں میں دیکھا کرتا تھا  
 میری بھابی (جو اب میری ماں کی جگہ ہے)  
 صبح سویرے مجھ کو جگاتی  
 بچوں میں اک میں بھی بچہ بن جاتا تھا

جب مجھ سے کچھ ننھی سی فرمائش کرتے  
پوری کر کے ہر فرمائش میں خوش ہوتا تھا

اک دن میری بیوی نے  
اک بات مرے کانوں میں کہدی  
”اپنے سبب یہ گھر اب چھوٹا پڑنے لگا ہے  
بھائی کے بچوں کی عمریں بڑھنے لگی ہیں  
اچھا ہے اب کوئی کرایہ کا گھر ڈھونڈو“  
میں اس کی یہ باتیں سن کر چکرایا تھا  
لیکن اس کا کہنا سچ تھا  
صبح سویرے آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا  
ننھے منے پیارے پیارے  
سارے بچے

راتوں رات بڑے ہو کر یہ  
گویا مجھ سے پوچھ رہے ہیں  
”گھر کیوں چھوٹا پڑنے لگا ہے  
چایا چایا ہم کو بھی اک گھر بنوا دو“  
میرا سپنا ٹوٹ گیا ہے

# نام کا فتنہ

تمہاری محبت کا فتنہ  
(اے رہنماؤں نے فتنہ کہا تھا)  
اٹھا تو

قیامت کا اک سامنا تھا  
بہر سمت

تہذیب و اخلاق کا واسطہ دینے والوں میں  
ہلچل مچی تھی

بالآخر — تمہاری ہماری محبت کا فتنہ  
فقط نام کے فرق سے دب گیا تھا

میں اب تک یہی سوچتا ہوں  
اگر ہم پُرانے ہی ناموں سے ملتے  
تو کیا فرق پڑتا

مگر ان میں صدیوں کا اک فاصلہ تھا  
زمانے کو ہم سے برابر گلہ تھا

اگرچہ بہم آج تک بھی وہی ہیں  
وہی جسم ہیں اور وہی جذبہ جاں سپاسی  
نہ تم میں کوئی فرق آیا نہ مجھ میں

فقط نام بدلے ہوئے ہیں ہمارے  
کہ تم ”شیل“ سے ہو گئی ہو ”فلورا“  
”اے“ سے ہو گئی ہو ”اے“

# اُن کہی

ہر سہیلی سے

ہمیشہ

موسموں کی بات کرتے کرتے

تم خاموش ہو جاتی ہو

کھو جاتی ہو خود میں

یہ تمہاری خامشی سب کہہ رہی ہے

اُن کہی باتیں

جنہیں تم بھول جانا چاہتی ہو

اور یہی باتیں

تمہاری اک متاعِ زندگی ہیں

اب جنہیں تم ہر گھڑی ہر لمحہ

سینے سے لگائے پھر رہی ہو

اک امانت کو چھپائے پھر رہی ہو



# زمانہ کالج کی سڑک

کتنی پُر رونق و پُر کار ہے یہ راہِ طلب  
یہ سڑک کتنی حسیں کتنی جواں لگتی ہے  
مہ جبینوں کے حسیں قافلے

دھیرے دھیرے  
جب گزرتے ہیں صبا کی صورت  
کتنے گلزار مہک جاتے ہیں

کتنا پُر کار ہے دوری کا فریب  
اجنبیت بھی ہے کتنی دلکش  
لیکن افسوس یہ ہے  
روپ بہروپ سے میں واقف ہوں  
دیکھتا ہوں جو پس منظر کو  
خار آنکھوں میں کھٹک جاتے ہیں  
دھوپ چھاؤں کا تماشہ ہے عجب  
وقت سے پہلے یہاں غنچے چمک جاتے ہیں

# پہچان

مجھ کو یہ تسلیم میں تو ہوں بُرا  
 اے مری سچائی  
 میرے آگے آ کر تو نہ میرا مُنہ چڑا  
 میرے پیچھے  
 لوگ مجھ کو جو بھی کہتے ہیں  
 انہیں کہنے بھی دے  
 تو کبھی اس پر نہ جا  
 کیا غلط ہے کیا بجا ہے ماجرا

اے مری سچائی  
 تجھ کو ہے مگر میرا پتہ  
 میں فرشتہ تو نہیں  
 انسان ہوں  
 اپنی ہی پہچان ہوں

# دکھاوا

حُسن کو جب سے  
نمائش کا سلیقہ آ گیا ہے  
جسم کا ہر عضو جیسے بولتا ہے  
جسم کتنا خوشنما ہے  
تنگ دامانی شعارِ دلربا ہے

روح کے اندر اگر جھانکو  
تو دل کا سب تقدس چھن گیا ہے  
جسم اک پھوٹے کی صورت سٹر رہا ہے  
ذہن آوارہ ہے  
دل بے آسرا ہے

# سایہ

ایک سایہ  
 در و دیوار سے  
 ٹکراتا ہوا پھرتا ہے  
 ایک انجان مسافر ہے  
 کہ ملتی نہیں منزل جس کو  
 صبح سے شام ہوئی  
 رات ہوئی

مجھ سے سایہ بھی مرا چھوٹ گیا  
 رات آئی ہے تو پھر تنہا ہوں

# دلِ لختِ لخت

دل کی بات نہ پوچھو مجھ سے  
سُن نہ سکوگی  
سُن بھی سکو تو سُن کر اس کو سہہ نہ سکوگی

میرا دل ایسا گھائل ہے  
جس میں اک دنیا کا غم ہے  
اس دل میں جو زخم پڑے ہیں  
سب گہرے ہیں  
ان میں تمہارا گھاؤ ہے تازہ  
ان میں تمہارا ہی غم ہے جو سب سے ادھورا  
سب سے کم ہے

دل کی بات نہ پوچھو مجھ سے  
سُن نہ سکوگی سہہ نہ سکوگی

# ایک خواب

رات کو میں نے خواب میں دیکھا  
میرے سر پر بال نہیں ہیں  
میں گنجا ہوں

اور پھر میں نے یہ بھی سوچا  
تم کو اگر معلوم ہوا یہ  
تم شاید مجھ سے نہ ملوگی

جس دم آنکھ کھلی گھبرا کر  
سر پر بال ٹٹولے میں نے  
سر پر تھے سب بال سلامت

خوش ہو کر میں سوچ رہا ہوں  
خواب کہاں سچے ہوتے ہیں

---

# اشتراک

مرے ہاتھوں میں وہ قوت بھری ہے  
 کہ جس سے زندگی اوروں کو ملتی ہے  
 مرے ہاتھوں میں وہ محنت بھری ہے  
 کہ جس سے سرخوشی اوروں کو ملتی ہے  
 میں خدمت دوسروں کی کر کے خوش ہوں  
 یہی ہے راز میری خوش مزاجی کا  
 میری قوت فقط اپنی نہیں ہے  
 میری محنت میری طاقت میں  
 اوروں کا بھی حصہ ہے  
 میں ان لوگوں کی طاقت ہوں  
 جو ہیں کمزور اور مفلس  
 میں ان لوگوں کی دولت ہوں  
 جو ہیں لاچار بستی میں  
 میں اپنی ہی نہیں اوروں کی بھی حرمت ہوں  
 عزت ہوں  
 بہت سے گن ہیں میری اپنی ہستی میں

# کارزار

جہادِ زندگی مشکل بہت تھا  
مگر تیری محبت نے اُسے  
آسان اتنا کر دیا  
لڑتے ہوئے

دار و رسن کی آزمائش سے بھی ہم گزرے  
اور اس کے بعد

جب میدان خالی ہو چکا  
تیری جگہ تیری طرح کا ایک پتھر تھا  
جو یکسر بے وفا تھا



# معمول

صبح ہوئی وہ سورج نکلا  
 سامنے گھر والی نے اپنے گھر والے سے کیا ہے جھگڑا  
 پاس پڑوس کے لوگ اکٹھے ہو کر باتیں کرنے لگے ہیں  
 غلے کی دوکان پہ لمبی لائن لگی ہے

نو بجتے ہی میں بھی گھر سے نکل پڑا ہوں  
 گھر سے دفتر سات میل کا لمبا رستہ طے کرنا ہے  
 سائیکل کے اگلے پیہیے میں ابھی ہوا بھی بھروانی ہے

اس ٹنکڑ پر کتنے کتنے

اک نازک کتیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں  
کھلا ہوا ہے کونے کے گھر کا دروازہ

یہ لڑکی ٹیوشن پڑھتی ہے

ٹیوٹر اس کی آنکھوں میں کتنی چاہت سے جھانک رہا ہے

چور ہے پر اندھا بوڑھا ہاتھ اپنا پھیلائے کھڑا ہے

بہو نے شاید آج بھی اس کو دھتکارا ہے

بس اسٹاپ یہ وہ ڈبلا سا کالا لڑکا

اس گوری سی چست لباس میں

بل کھاتی جاتی لڑکی کو چھیڑ رہا ہے

آنے والی بس سے میری

سائل اک دم ٹکراتے ٹکراتے بچی ہے

۱۲۳

مُعْزَاظُ الْعَظَمِ

# نقشِ نیم کش

ذہن ویران خیال آوارہ!  
 بڑھ رہے ہیں گماں کے سائے  
 زندگی نقشِ نیم کش کی طرح  
 آج تک بھی ہے بے پڑھی تحریر  
 خواب ہی خواب ہے جہانِ بسیط  
 جس کی کوئی نہیں ابھی تعبیر  
 راستے موڑ اور سنگِ میل  
 اک سفر ہے مسلسل اور طویل

# مَآلِ صَبح

(چند جذباتی لمحوں کا تاثر)

رات بھر شمع وفا میں نے جلاتے رکھی  
 رات بھر روشنی ہوتی رہی اُمیدوں کی  
 ہر نفس شعلہ بجاں جلتا رہا دل کے قریں  
 ہر خیال ایک دھڑکتے ہوئے دل کی مانند  
 کتنا بے چین رہا کتنا طلب گار رہا

اور جب صبح ہوئی شمع بھی بے نور ہوئی  
 روشنی کھو گئی سب رات کی اُمیدوں کی  
 ہر نفس شعلہ بجاں تھا جو کبھی سرد ہوا  
 ہر خیال آپ ہی خود پیکر بے حال بنا  
 اب میرا دل کسی خواہش کا طلب گار نہیں  
 صبح ہونے نہیں پائی تھی کہ رات آئی ہے

# آگہی آگہی

گوشت کا ایک ٹوٹھڑا ہے بدن  
وہاں گورا ہے اور یہاں کالا  
عشق کی آگہی نہ ہو تو پھر  
حسن آخر کسے کہا جائے  
حسن کا آج تک نہیں معیار

گوشت کا ایک ٹوٹھڑا ہے بدن  
ایک ڈھانچہ ہے ہڈیوں کا فقط  
جسم تو اک حقیر پنجرہ ہے  
جس کی یوں بھی نہیں کوئی قیمت

ہاں مگر قیمتی ہے اس کا دماغ  
ہاں مگر قیمتی ہے اس کا دل  
روح جن کے ملاپ کا حاصل

رنگ اور نسل کی حقیقت کیا  
گوشت کے ٹوٹھڑے کی قیمت کیا

# رنگ و نور

تیری نگری رنگ و نور کی اک نگری ہے  
اس نگری میں تجھ سے ملنے میں آیا ہوں  
لیکن اب تک آوارہ ہوں اس نگری میں

کوئی راہ نہیں ہے رنگ و نور سے خالی  
اس نگری کے لوگ مجھے سب یوں لگتے ہیں  
جیسے چلتے پھرتے خوابوں کے پیکر ہیں!  
ان چہروں میں کب سے تجھ کو ڈھونڈ رہا ہوں  
حسن و ادا کے یہ سب پیکر بیگانے ہیں

رنگ کا کیا ہے دھوپ سے پھیکا پڑ جاتا ہے  
نور کا کیا ہے جس کا دیپ ہے وہ اس کا ہے  
سوچ رہا ہوں تو بھی اگر مل جائے مجھ کو  
دیکھ کے بھی انجان گزر جائے تو کیا ہو

## بولنا پڑا

سچ بات کہہ کے سوچتا ہوں سچ فضول ہے  
 سچائی یہ ہے سچ پہ یقین کس کو ہے بھلا  
 سچ بات کر کے میں ہوا شرمندہ بارہا  
 ہر مسخرے کی بات حقیقت بنی رہی  
 سنجیدگی خود اپنے لئے طنز بن گئی  
 سچائی اپنے کام تو کچھ بھی نہ آسکی  
 سچائی یہ ہے جھوٹ پہ سب کو یقین ہے  
 نیچے ہے آسمان تو اوپر زمین ہے  
 اس مرحلے پہ بت کو خدا بولنا پڑا  
 ہر سچ کے ساتھ جھوٹ سدا بولنا پڑا



# گرد

گرد ہی گرد اپنی آنکھوں میں  
 گرد ہی گرد اپنے کانوں میں  
 گرد ہی گرد بھر گئی مُنہ میں

گرد میں کیا دکھائی دیتا ہے  
 گرد میں کیا سنائی دیتا ہے  
 گرد ہے مُنہ میں کیا زباں سے کہیں

گرد آلود سارا منظر ہے  
 گرد ہی گرد میں ہیں لیٹے ہوئے  
 خاص اور عام کی ہے کیا پہچان  
 گرد ہی گرد آج کا انسان

پایند نظر

مَرَحَبَا مَرَحَبَا اے حسین

(حُسنِ کشمیر کے نام،)

حُسن ہی حُسن ہو حُسنِ کشمیر ہو  
گویا فطرت کی خاموش تقریر ہو  
ایک تخریب ہو ایک تعمیر ہو  
الغرض میرے خوابوں کی تعبیر ہو

اب ہو ہر بزم میں تم مری ہم نشین  
مَرَحَبَا مَرَحَبَا اے حسین

باغِ جاناں میں گلہائے نسرین ہو  
شاعری پر مری داد و تحسین ہو  
سادگی میں بھی اک حُسنِ ترنمیں ہو  
خود ہی زرِ خود ہی گلِ خود ہی گلچین ہو

تم میں جو بات ہے وہ کسی میں نہیں  
مَرَحَبَا مَرَحَبَا اے حسین

تم مرے حق میں اُلفت بھرا جام ہو  
 رونقِ صبح ہو زینتِ شام ہو  
 تم سراسر محبت کا پیغام ہو  
 تم ہی آغاز ہو تم ہی انجام ہو

میری جانب سے تم کو بھی ہے آفریں  
 مَرَحَبَا مَرَحَبَا اے حسین

حُسنِ فطرت کی موثر کی نقاش ہو  
 تم زمیں ہو کے بھی جیسے آکاش ہو  
 تم سے دُنیا کو پھر کیوں نہ پرغاش ہو  
 شعر کہنے پہ تم کو بھی شایاش ہو

کام وہ کر دکھایا جو بس کا نہیں  
 مَرَحَبَا مَرَحَبَا اے حسین

## میں مسلمان ہوں

اس قدر زندگی میں فراوان ہوں  
لٹ کے بھی آپ اپنے پہ احسان ہوں  
ہر گھڑی زندگی کافی کا ارمان ہوں  
سچ تو یہ ہے کہ مظلوم انسان ہوں

ملک و ملت پہ ہر وقت قربان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

ہر کسی کو مرے نام سے بیڑ ہے  
شر مخالف کا حق میں مرے خیر ہے  
ساری دنیا مرے واسطے غیر ہے  
اک طرف ہے حرم اک طرف دیر ہے

رہنماؤں کے کرتب پہ حیران ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

ہوں مکمل محبت کے آداب میں  
عشق ہی عشق ہوں عشق کے باب میں  
پھر بھی رسوا ہوں مغرب کے ارباب میں  
پھنس گیا ہوں فسادوں کے گرداب میں

پیار کرتا ہوں اتناں سے نادان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

فخرِ انساں ہوں میں آدمیت ہوں میں  
کوئی مانے نہ مانے حقیقت ہوں میں  
ملک کی قوم کی آج عزت ہوں میں  
اپنے ایمان و ایقان کی طاقت ہوں میں

پاسبانِ وطن ہوں نگہبان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

ہے تقاضہ سمجھنے کی کوشش کرو!  
تم ذرا سا سمجھنے کی کوشش کرو!  
اب خدا را سمجھنے کی کوشش کرو!  
مجھ کو اپنا سمجھنے کی کوشش کرو!

اتنا مشکل نہیں ہوں میں آسان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

رشتے ناتوں کو محسوس کرتا ہوں میں  
گرم ہاتھوں کو محسوس کرتا ہوں میں  
سرد راتوں کو محسوس کرتا ہوں میں  
ساری باتوں کو محسوس کرتا ہوں میں

ایک شاعر ہوں احساس کی جان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

مجھ کو بھارت میں جینا ہے ہر حال میں  
خون اپنا ہی پینا ہے ہر حال میں  
زخم اپنا ہی سینا ہے ہر حال میں  
اب ہی اک قرینہ ہے ہر حال میں

اک صداقت ہوں اللہ کی شان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

اے خدا تجھ کو واحد جو کہتا ہوں میں  
ان بتوں میں پریشان رہتا ہوں میں  
ظلم اغیار کے سارے سہتا ہوں میں  
جذبہ دل کے دھارے میں بہتا ہوں میں

آپ اپنے عقیدے کی پہچان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

داستانِ وقار ہے مری مختصر  
گھر سے باہر تو ہوں ہر جگہ معتبر  
گھر کی حالت مری ہو گئی دروگر  
اب تو بے حد پریشان ہے چارہ گر

اپنے ہی گھر میں جینے کا ارمان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

میرے ہوتے سے راحت ہے آرام ہے  
مجھ سے اس دلیں کا چار سونا مہ ہے  
میرا دشمن بھی نفرت میں ناکام ہے  
اس کی کوشش کبے فیض انجام ہے

دیس کا عہد ملت کا ایمان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

میرے چاروں طرف ہے اندھیرا یہاں  
کون سمجھے گا دکھ درد میرا یہاں  
کب سے ڈالے ہوئے ہوں میں ڈیر یہاں  
شام میری یہاں ہے سویرا یہاں

میں رُخ ہند پر پھر بھی مسکان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

دھیمی دھیمی سی خوشبو ہے میری زباں  
شاعری میں تو جادو ہے میری زباں  
اب تو دنیا میں ہر سو ہے میری زباں  
یعنی اردو ہے اردو ہے میری زباں

غالب و میر و مومن کا دیوان ہوں  
میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں



آج بھی جاں سے پیارے تمہی ہو

مرے آسماں کے ستارے تمہی ہو  
 میری سسزمیں کے نظارے تمہی ہو  
 تمہی سے محبت کا ہے سوز دل میں  
 مرے دل میں غم کے شرارے تمہی ہو  
 سنو آج بھی جاں سے پیارے تمہی ہو

تمہاری محبت نے یہ دن دکھائے  
 جو اپنے کبھی تھے وہ اب ہیں پرلے  
 کبھی پیار بن کر تھے دل میں سمائے  
 مگر آج دشمن ہمارے تمہی ہو  
 سنو آج بھی جاں سے پیارے تمہی ہو

کبھی تم سے عرضِ تمنا نہ کرتے  
 محبت کا تم سے تقاضہ نہ کرتے  
 کبھی تم کو اپنا سہارا نہ کرتے  
 مگر اب تو دل کے سہارے تمہی ہو  
 سنو آج بھی جاں سے پیارے تمہی ہو

یہ ماننا محبت کا مارا بھی دل ہے  
 بھرے شہر میں بے سہارا بھی دل ہے  
 ہے بیمار دل اور بچا رہا بھی دل ہے  
 سنو دل یہ جس کو پکارے تمہی ہو  
 سنو آج بھی جاں سے پیارے تمہی ہو

---

# ”آئی لو یو“

میں تجھ سے محبت کرتا ہوں؛ رہ رہ کر آہیں بھرتا ہوں  
 ہر آن تجھی پر مرتا ہوں؛ آئی لو یو کہتے ڈرتا ہوں  
 میں تجھ سے محبت کرتا ہوں  
 آئی لو یو کہتے ڈرتا ہوں

اب صبر نہیں ہوتا دل کو؛ کس طرح اسے میں سمجھاؤں  
 ہر لمحہ مچلتا رہتا ہے؛ اب کیونکر اس کو بہلاؤں  
 دن رات محبت کے نغمے؛ میں تیری جدائی میں گاؤں  
 کب تک میں دلاسا دوں دل کو؛ کب تک میں اسے رہ دکھلاؤں  
 دیدار کو تیری اسے ظالم؛ میں تیری گلی سے گزرتا ہوں  
 میں تجھ سے محبت کرتا ہوں  
 آئی لو یو کہتے ڈرتا ہوں

راتوں میں نیند نہیں آتی ؛ ہر رات قیامت ڈھاتی ہے  
 ہر وقت تیری ہی باتیں ہیں ؛ ہر یاد تیری ترپاتی ہے  
 ہر نرم میں تنہا ہوتا ہوں ؛ تنہائی مجھے اس آتی ہے  
 اب مجھ کو سارے حسینوں میں ؛ اک صورت تیری بھاتی ہے  
 سب درہیں شہر کے واماچھر ؛ بس تیرے ہی در پہ ٹہرتا ہوں  
 میں تجھ سے محبت کرتا ہوں  
 آتی کوئی کہتے ڈرتا ہوں

پھر میری وفا کے بدلے میں ؛ پھر تیرا ستم بڑھ جاتا ہے  
 پھر یا ہم شکوے ہوتے ہیں ؛ پھر پیار بہم بڑھ جاتا ہے  
 ہوتی ہے توجہ پھر تیری ؛ کم ہو کر غم بڑھ جاتا ہے  
 پھر سانسیں رکتی جاتی ہیں ؛ رہ رہ کر دم بڑھ جاتا ہے  
 اب ایسے عالم میں بھی میں ؛ پھر تیرا دم کیوں بھرتا ہوں  
 میں تجھ سے محبت کرتا ہوں  
 آتی کوئی کہتے ڈرتا ہوں

# ایک ہی جوڑے کو دیکھ کر

خود ساختہ دکھوں سے پریشان و مضطرب  
 چہروں پہ آگہی کی بناوٹ لئے ہوئے  
 ذہن و دل و نگاہ کا مرگھٹ لئے ہوئے  
 آوارہ زندگی سے ہراسان و مضطرب

---

# خوش آمدید

(نئے گھر کی طرف سے دلہن کا خیر مقدم)

تمہارا خاموش اک ارادہ!  
تمہاری سوچوں کا استفادہ  
کبھی ہوں کم اور کبھی زیادہ  
تمہاری منزل تمہارا جادہ

تمہارے ہونٹوں کا ایک نغمہ  
تمہاری تیندوں کا شوخ سپنا  
تمہارا اپنا تمہارا اپنا  
تمہاری جنت تمہاری دنیا

تمہارا احساس معتبر ہوں  
تمہاری خوشیوں کا اک نگہ ہوں  
تمہارا گھر ہوں تمہارا گھر ہوں  
تمہاری آمد کا منتظر ہوں

## حاصلِ گمراہی

کوئی رہرو مری خاطر نہ رکا  
اجنبی راہ میں میں تنہا تھا  
حوصلہ میرا مگر کم نہ ہوا  
میں اکیلا ہی بہر حال چلا

ہے متارِ دل و جاں ساتھ میرے  
عزم ہے میرا جواں ساتھ میرے  
میری منزل ہے نہاں ساتھ میرے  
قافلہ اب ہے رواں ساتھ میرے  
مجھ سے واقف ہوئی ہر راہ گزار  
آج ہے ایک جہاں ساتھ میرے

---

مُسلم ہیں ہم وطن سے ہمیں بھی بہت ہے پیار

مُسلم ہیں سیکھ ہیں اور ہیں عیسائی بے قرار  
انسانیت کی راہ پہ چلتے ہیں بار بار  
رہتے ہیں ظلم سہہ کے بھی ہر دم وفا شعار  
ہم دیس کا غرور ہیں ہم دیس کا وقار  
ہندوستان کا عشق ہیں بھارت کا اعتبار  
مُسلم ہیں ہم وطن سے ہمیں بھی بہت ہے پیار

ہم اقلیت ہیں ہم کو بھی اُلفت وطن سے ہے  
ہم اقلیت ہیں ہم کو بھی نسبت وطن سے ہے  
ہم اقلیت ہیں ہم کو بھی چاہت وطن سے ہے  
ہم اقلیت ہیں ہم کو بھی رغبت وطن سے ہے  
ہم کو بھی تو ہمارے وطن پر ہے افتخار  
مُسلم ہیں ہم وطن سے ہمیں بھی بہت ہے پیار



کرنا ہے روز تلخ حقیقت کا سامنا  
 کرنا ہے ہم کو ہر گھڑی نفرت کا سامنا  
 کرنا ہے زندگی کی صعوبت کا سامنا  
 کرنا ہے ہم کو جھوٹ کی طاقت کا سامنا  
 کچھ بھی ہو ہم نہ مانیں گے اس زندگی سے ہمار  
 مسلم ہیں ہم، وطن سے ہمیں بھی بہت ہے پیار

ہم اقلیت ہیں اپنے میں اک انقلاب ہیں  
 ہر امتحانِ زیست میں ہم کامیاب ہیں  
 انصاف کی ترازو ہیں خود احتساب ہیں  
 ہم ہر سوالِ نو کا مکمل جواب ہیں  
 اب اپنے آپ پر تو ہمیں بھی ہے اعتبار  
 مسلم ہیں ہم، وطن سے ہمیں بھی بہت ہے پیار

نفرت کے بیج جلنتے ہیں کس نے بوئے ہیں  
 جب آپڑی وطن پہ تو سب مل کے روئے ہیں  
 چین اور سکون بدلے میں بھارت کا کھوئے ہیں  
 بہتر ہے اب جگائیں انھیں وہ جو سوئے ہیں  
 ورنہ کسی کا وقت نہیں کرنا انتظار  
 مسلم ہیں ہم، وطن سے ہمیں بھی بہت ہے پیار

اس زندگی میں سارے نفرت مٹائیں گے  
 ہاں اپنے اختیار سے نفرت مٹائیں گے  
 تدبیر خوشگوار سے نفرت مٹائیں گے  
 کچھ بھی ہو قلب یار سے نفرت مٹائیں گے  
 مانا کہ ہم ہمیشہ سے نفرت کا ہیں شکار  
 مُسلم ہیں ہم، وطن سے ہمیں بھی بہت ہے پیار

اے ملک و قوم تم کو کبھی یاد بھی ہیں ہم  
 فخر وطن بھی لائق بیداد بھی ہیں ہم  
 کمر کے وفائیں حامل فریاد بھی ہیں ہم  
 قدوائی ہم ہیں اجل و آزاد بھی ہیں ہم  
 ذاکر کی طرح ہم تو وفا کی نوید ہیں  
 قربانی کی مثال میں عبدالحمید ہیں

ہم اقلیت ہیں ہند میں جاتی ہیں باکمال  
 پھر سے چلائیں دیس کو امن و اماں کی چال  
 ہر حکم سے بچائیں گے ہم دیس کی ہیں ڈھال  
 اب اپنا ہے عروج تو دشمن کا ہے زوال  
 ہے سامنے ہمارے جھنڈی کی رہ گزار  
 مُسلم ہیں ہم وطن سے ہمیں بھی بہت ہے پیار

# اکمل حیدر آبادی کے نام

ہر ایک شخص کو آئینہ تم نے دکھلایا  
 پھر اس کے بعد ہی ہر شخص خاص کہلایا  
 زمیں سے لے کے فلک تک جو کوئی امکاں تھا  
 تمہارے کھیل کا بے شک وہ سارا میداں تھا  
 جو تم نے پیار کے دروازے کھول رکھے تھے  
 مخالفت کے بھی سامان مول رکھے تھے  
 کمی نہیں تھی یہاں تم سے جلتے والوں کی!  
 تمہارے آگے فقط ہاتھ ملنے والوں کی

مگر جو تم نے کہا اس کو کر کے دکھلایا  
 عدو کو اپنی صداقت پہ مَر کے دکھلایا

تمہارے دم سے محبت کی نبض بیکل تھی  
 تمہارے دم سے زمانے میں ایک ہلچل تھی  
 جو تم نہیں ہو تو احساسِ زندگی کم ہے  
 جو تم نہیں ہو تو بزمِ طرب میں ماتم ہے

# ہمیشہ سُنائی دِل

میری یہ آرزو ہے ہمیشہ سُنائی دِل۔  
آوازوں کے ہجوم میں تنہا سُنائی دِل

سُناتا بولنے لگے میرے وجود سے  
بن کر میں تیرے پیار کا نغمہ سُنائی دِل

جامی بُروں کے درمیاں مانا گھرا ہوں میں  
لوگوں میں چاہتا ہوں کہ اچھا سُنائی دِل

جب جب بھی گفتگو مرے بائے میں ہو کہیں  
دُنیا سے رنگ و بو میں الگ سا سُنائی دِل

ہر ایک اہل دِل مرے نغمات گنگناتے  
میں زندگی کی بِن کے تمنا سُنائی دِل

پیغام میرا امن و محبت ہے اس لئے  
یہ چاہتا ہوں میں سرِ دنیا سُنائی دِل

آنکھوں کی بات چیت میں اتنا ضرور ہو  
وہ دیکھتا رہے اُسے کہتا سُنائی دِل

# دھماکے

(ہندوپاک کے مالیہ نیوکلیئر دھماکوں کے پس منظر میں)

غریب ملک ہیں دونوں بھی ہندوپاک میاں  
 بٹھانی کس پہ ہے طاقت کی اپنی دھماک میاں  
 کہیں خود اپنے دھماکوں سے ہوں نہ خاک میاں  
 کہتے ہیں دونوں نے اپنے لباس چاک میاں  
 دلاسہ دو نہ بہت دور کے قیافوں سے  
 ہمیں فضول نہ بہلاؤ آب دھماکوں سے  
 مذاق اڑانے لگے ہیں زمانے والے بہت  
 یونہی بنانے لگے ہیں زمانے والے بہت  
 ہمیں ڈرانے لگے ہیں زمانے والے بہت  
 یہی جتانے لگے ہیں زمانے والے بہت  
 گلوں کے بدلے میں تکلیں گے بم لفافوں سے  
 ہمیں فضول نہ بہلاؤ آب دھماکوں سے  
 خود اپنے پاؤں پہ ہم نے کلہاڑی ماری ہے  
 خود اپنے کندھوں پہ کیا اپنا سر ہی بھاری ہے  
 فقط تباہی کا نشہ ہی ہم پہ طاری ہے  
 کہیں پہ دن تو کہیں اپنی شب گزاری ہے  
 ہزاروں مرتے ہیں رہ رہ کے بھوک فاقوں سے  
 ہمیں فضول نہ بہلاؤ آب دھماکوں سے

ابھی تری کی ضرورت ہے اپنے کھیتوں کو  
 ہڑی بھری کی ضرورت ہے اپنے کھیتوں کو  
 ہروری کی ضرورت ہے اپنے کھیتوں کو  
 مشینری کی ضرورت ہے اپنے کھیتوں کو  
 بہکنے والے نہیں ہم تمہارے خاکوں سے  
 ہمیں فضول نہ بہلاؤ اب دھماکوں سے  
 سبھی کو علم ہے رکھتا ہے روس نیوکلیر  
 سبھی یہ جانتے ہیں وہ بھی ہے بڑا پاؤر  
 جب اُس کو گھیر لیا بھوک پیاس نے آکر  
 تو ہو کے رہ گیا فلکڑے معاش کی زد پر  
 نہ کام آئے دھماکے، لگے پٹاخوں سے  
 ہمیں فضول نہ بہلاؤ اب دھماکوں سے  
 خدا کے بندے ہیں بس اُس کی بندگی کر لیں  
 اہنسا وادی ہیں، جیو ہتھیار کی نفی کر لیں  
 سکون و امن سے مل جل کے زندگی کر لیں  
 تو پاک و عین سے اب آؤ دوستی کر لیں  
 سوائے خاک ملے گا نہ کچھ، خسروں سے  
 ہمیں فضول نہ بہلاؤ اب دھماکوں سے

## توبہ کی دسویں سالگرہ پر

کر مجھ کو کامیاب کہ ناکام مَیکدہ  
ساقی ہے تیرے ہاتھ میں انجام مَیکدہ

واعظ ترے بیان کی تاثیر دیکھ لے  
ہے میکشوں کی بھیڑ سرِ شام مَیکدہ

توبہ نے میری مَیکدہ ویران کر دیا  
آخر کو مجھ پہ آگیا الزام مَیکدہ

ہر شخص کو سکون ملے گا بقدرِ ظرف  
کوشش میں ہیں لگے ہوئے محکام مَیکدہ

جب سے ہوا ہے شیخ سے پیرِ مغان کا ساتھ  
مسیر کہ راستہ ملو، مدد نہ لگا ممد کہ

ساقی صُراحی جامِ سبویے خودی شراب  
ہر دم مرے لبوں پہ رہا تا مِں مسیکدہ !

ہندو بھی سکھ بھی مسلم و عیسائی بھی یہاں  
اک قوم بن گئے سبھی اقوامِ مسیکدہ

ساقی کی دلِ نوازیاں پیرِ مِغیاں کی چھوٹ  
یاد آ رہا ہے آج بھی آرامِ مسیکدہ

رُسوائی میرے ساتھ ہے توبہ کے بعد بھی  
جَآئی ملا ہے مجھ کو یہ انعامِ مسیکدہ



## توبہ کی دسویں سالگرہ پر

واعظ فقط یہی ہے تری شانِ مسیکدہ  
مہلارہا ہوں میں جو مسلمانِ مسیکدہ

ساقی نے لاکھ پردے میں رکھا تھا شیخ کو  
بے پردہ خود ہی ہو گیا نادانِ مسیکدہ

پیرِ مٹیاں کو سب کی خبر ایک ساتھ ہے  
اس کے سوائے کس کو ہے عرفانِ مسیکدہ

انسان کی تلاش تھی انسانِ مل گیا  
جو رند ہے وہی تو ہے انسانِ مسیکدہ

ہم نے بھی پی اُسے بھی پلائی تمام شب  
ساقی نہ ہم نے کر دیا احسانِ مسیکدہ

نظرِ عنایت اُس پہ ہے ساقی کی آج کل سے  
لگتا ہے جو بھی شخص پریشانِ مَسِکدہ

اتنا تو ہے کہ رندِ بلا نوش کو کبھی  
گھبرلا کے چھوڑ دیتے ہیں ارکانِ مَسِکدہ

صاحبِ سلامتِ اسلئے ساقی سے اب بھی ہے  
جائی بنا ہوا تھا کبھی جانِ مَسِکدہ

توبہ کے بعد بھی ہیں ہمارے ہی تذکرے  
جائی ہم آج تک بھی ہیں خاصانِ مَسِکدہ

# ادارہ اقوام متحدہ

(”یو این او“ کے منفی رول سے متاثر ہو کر)

وہ ادارہ جس کا منصب تھا جہاں میں منصفی  
وہ ادارہ جس کا منصب تھا بقائے باہمی  
وہ ادارہ جس کا منصب تھا غریبی کی نفی  
وہ ادارہ جس کا منصب تھا حصولِ زندگی

اب وہی تزاوق ہے قاتل ہے اور سفاک ہے  
اب وجود اس کا جہان امن میں ناپاک ہے

ساتھ ”یو این او“ کے سب ہیں اور ہے تنہا عراق  
اس قدر ڈالا ہے امریکہ نے عربوں میں نفاق  
اب نہیں مسلم ممالک میں بھی کوئی اتفاق  
روس کا بھی کھوکھلا تھا جس قدر تھا طمطراق

جو توازن تھا نظامِ عالمی کا کھو گیا  
جب سے ”یو این او“ فقط امریکی اڈا ہو گیا

یہ ادارہ "سامراجی دل" کا اڈا بن گیا  
 یہ ادارہ کس قدر اعلیٰ تھا ادنیٰ بن گیا  
 اپنے منصب کو بھلا کر آج یہ کیا بن گیا  
 جو تھا منصف اب وہ خود ہی اک لیٹرا بن گیا

کیا بھلا اس سے بھلائی کی توقع ہم کریں  
 اب بھلا ہم اس کے کس کس رول کا ماتم کریں

اب نظام عالمی ہے کس قدر بگڑا ہوا  
 دیکھتے ہی دیکھتے بس روس ٹکڑے ہو گیا  
 آگے آگے دیکھئے اب غیب سے ہوتا ہے کیا  
 ایک انجانی ڈگر پر چل پڑا ہے قافلہ

راستہ تو ہی دکھا اب اے خدائے مہربان  
 آج ہم گمراہ ہیں اے رہنمائے دو جہاں

بوسنیا، چیچنیا ہو گئے خود سے جدا  
 اپنی خود داری کا سودا آخر خس کرنا پڑا  
 قتل یوین او نے آزادی کا خود ہی کر دیا  
 آگیا زد میں اب اس کی بے سہارا لیبیا

اب کہاں جائے کوئی فریاد اب کس سے کرے  
 پانچ ملکوں کی اجارہ داری سے دنیا ڈرے

# بوسنیا

جتنے مہذب ملک ہیں اُن کا ایک حصّہ ہوں  
 لیکن اُن کی نا انصافی کا قصّہ ہوں  
 سربوں اور کروٹوں میں مرمر کے جیسا ہوں  
 یورپ کا مظلوم مسلمان کہلاتا ہوں

یو این او کی خاطر سے محروم رہا ہوں  
 مجھ میں انساں بستے ہیں میں بوسنیا ہوں

مجھ کو بھی ہے اس دُنیا میں جینے کا حق  
 مجھ کو بھی ہے بادۂ راحت پینے کا حق  
 مجھ کو بھی ہے چادرِ حرمت سینے کا حق  
 آزادی سے جینے کے تھمنے کا حق

یورپ کی تہذیب پر لیکن اک دھبہ ہوں  
 مجھ میں انساں بستے ہیں میں بوسنیا ہوں

میرا تماشا دیکھ رہے ہیں دنیا والے  
 منظر دکھ کا دیکھ رہے ہیں دنیا والے  
 خونین نقشہ دیکھ رہے ہیں دنیا والے  
 کیسا سپنہ دیکھ رہے ہیں دنیا والے

سارے یورپ میں اب تک بھی میں تنہا ہوں

مجھ میں انساں بستے ہیں میںیں بوسنیا ہوں

صیہونی سازش کا نقشہ بن تو گیا ہے

اس میں چاچا سام کا بھی اپنا حصہ ہے

عربوں کو بھی اپنی دولت کا نشہ ہے

سارا زمانہ میرے لئے گونگا بہر ہے

ایسے میں میں اپنی حفاظت کو اٹھا ہوں

مجھ میں انساں بستے ہیں میںیں بوسنیا ہوں

## اے نئے سالِ تَوَابِ بن کے مسیحا آجا

اے نئے سالِ حقیقت میں نیا روپ دکھا  
 نہ کوئی جشنِ منا اور نہ کوئی شورِ مچا!  
 پچھلے سالوں تو فسادوں میں بہت خون بہا  
 ”دھرم“ کے نام پہ نفرت کی چلی تیز ہوا

مُلک میں چاروں طرف لوگوں کا سکھ عین لٹا  
 اے نئے سالِ تَوَابِ بن کے مسیحا آجا

پچھلے برسوں میں قیادت نے کئی رُخ بدلے  
 پچھلے برسوں میں کئی پھول کھلے نفرت کے  
 پچھلے برسوں میں فسادات کے جھکڑ بھی چلے  
 پچھلے برسوں میں کئی تذرا جل لوگ ہوئے

ہر طرف مُلک میں بربادی کا طوفان اٹھا  
 اے نئے سالِ تَوَابِ بن کے مسیحا آجا

رتھِ فسادات کا کس شان سے سچ کر نکلا  
 روکنے والا بھلا آدمی کوئی بھی نہ تھا  
 لوگ مرتے رہے اور موت نے ٹانڈو ناچا  
 مُلک میں چاروں طرف ایک قیامت تھی بپا

اے نئے سالِ تَجھے آنے سے کس نے روکا  
 اے نئے سالِ تَوَابِ بن کے مسیحا آجا

ظلم کے آگے وفا چُپ ہے عدالت چُپ ہے  
 ووٹ کے کھوٹ سے مجبور حکومت چُپ ہے  
 اقلیت سمجھی ہوئی اور شرافت چُپ ہے  
 جانے کیا حشر ہو مظلوم حقیقت چُپ ہے

آج اس دس میں ہر سو ہے فقط جور و جفا

اے نئے سال تو اب بن کے مسیحا آجا

یوں تو کہنے کو میرا ملک سکیورٹی تو ہے

اور اس ملک میں چھوٹا سا مرا گھر بھی تو ہے

اسکے بل جانے کا ہر لمحہ مجھے ڈر بھی تو ہے

جبرِ ناکروہ کا الزام میرے سر بھی تو ہے

کیا کرے وہ جو ہمیشہ سے وفادار رہا

اے نئے سال تو اب بن کے مسیحا آجا

آئے سال یہ دن رات بدلنے کیلئے

اپ گھلتے ہوئے لمحات بدلنے کیلئے

آعداوت بھرے جذبات بدلنے کیلئے

آسُگلتے ہوئے حالات بدلنے کیلئے

ہے یہ میری تمنا ہے یہ میری دعا

اے نئے سال تو اب بن کے مسیحا آجا



تیری یولے

# تاجر سے

کبھی گھر سے نکل کر بھی تو دیکھو  
 حسابوں سے کبھی تو جان چھوٹے  
 ذرا کچھ دُور چل کر بھی تو دیکھو  
 کبھی گھر سے نکل کر بھی تو دیکھو  
 ذرا خود کو بدل کر بھی تو دیکھو  
 کہ اس سود و زیاں کا کُفر ٹوٹے  
 کبھی گھر سے نکل کر بھی تو دیکھو  
 حسابوں سے کبھی تو جان چھوٹے

---

# ڈکیتی

ڈکیتی کا ہے سب پر خوف طاری  
 پریشاں ہو گیا ہے شہر سارا  
 عجب پھیلی ہوئی ہے بے قراری  
 ڈکیتی کا ہے سب پر خوف طاری  
 شرافت کر رہی ہے آہ و زاری  
 خدا ہے بے سہاروں کا سہارا  
 ڈکیتی کا ہے سب پر خوف طاری  
 پریشاں ہو گیا ہے شہر سارا

---

# نشہ

محبت میں نشہ ہونے لگا ہے  
 سہارا دو ذرا مجھ کو سنبھالو  
 خدا جانے یہ کیا ہونے لگا ہے  
 محبت میں نشہ ہونے لگا ہے  
 کہ اب تو بارہا ہونے لگا ہے  
 یہ دردِ دل ہے دیکھو دنیا والو  
 محبت میں نشہ ہونے لگا ہے  
 سہارا دو ذرا مجھ کو سنبھالو